قرآنِ حکیم کی حوامیم سورتوں میں مشترک معنوی وبلاغی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل علومِ اسلامیہ

مقالہ نگار

علی منظور شاہ

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رولنمبر: MPHIL/IS/S20/551

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد

اگست 2023

قرآنِ حکیم کی حوامیم سورتوں میں مشترک معنوی وبلاغی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم-فل علومِ اسلامیہ

مقالہ نگار

علی منظور شاہ

ایم فل اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ

رولنمبر MPHIL/IS/S20/551

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر وثقافت

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد

سیشن (2020،2023)

©(علی منظور شاہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائینسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **قرآنِ حکیم کی حوامیم سورتوں میں مشترک معنوی وبلاغی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ**

An Analytical Study of the Common Semantical and Rhetorical Aspects of the Hawameem Surahs of the Holy Quran

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: علی منظور شاہ

رول نمبر: Mphil/IS/S20/551-

ڈاکٹر نور حیات خان

(نگران مقالہ) ____________ دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ____________ دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں علی منظور شاہ ولد سید مرید حسین شاہ

رولنمبر:MP-IS-S20-551:

طالب ،ایم فل ، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز ، اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **قرآنِ حکیم کی حوامیم سورتوں میں مشترک معنوی وبلاغی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ**

An Analytical Study of the Common Semantical and Rhetorical Aspects of the Hawameem Surahs of the Holy Quran

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیاہے،اور **ڈاکٹر نورحیات خان** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے ،راقم الحروف کا اصل کام ہے،اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے ،نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یاادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتاہوں کہ ایچ ای سی اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیراہیں۔اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتاہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیاہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔میں اس بات کا بھی اقرار کرتاہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایاجائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: **علی منظور شاہ**

دستخط مقالہ نگار: ______________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract

Hawamim refers to those surahs that begin with "Ham". According to some scholars, letters are a secret hidden in veils, no one knows about it, nor is it necessary to try to achieve it, only believing in it is obligatory, while according to some scholars, letters are Allah and There are secrets among his beloved Prophet (peace and blessings of Allah be upon him), the commentators and scholars of the verses do not have access to their true meanings and meanings with the help of the sciences and arts, but the share of these meanings and meanings is given to Al-Raskhoon fi-il-ilm as much as Allah the Almighty grants them. There is no prohibition in it. Therefore, their knowledge on properties is revealed according to their condition. Another common feature of the Hawamim Surahs is that in them, the Muslim Ummah has been instructed at intervals in a clear manner or hint that they should not fall into division and should not allow their unity to be broken in any way. Invitation to religion has been given by adopting a style such as avoiding demonstrations and arguments, soft and sweet speech, clear and bright arguments and mention of punishments and punishments. In Hawamim surahs, the description of beliefs, adaptation to the events of the previous nations and the attributes of humility are also described.

The basis of the Hawamim Surahs is the call to Tawheed, Prophethood and the Hereafter. However, Allah Ta'ala has invited people to believe in these fundamental beliefs and demands not on the basis of prejudice or coercion, but on the basis of deliberation and reflection. Is Allah Ta'ala has also used a style of addressing the disbelievers in Surah Hawamim that examples of previous nations have been described to warn them so that they can learn from them and believe. The arguments for the invitation of Hawamim Surahs do not consist of mere isolated words and vague gestures, but consist of a detailed statement of

Muslim facts and are organized in a very systematic manner. One of the rhetorical aspects of Hawamim surahs is to end the speech on the same thing with which the speech began, so that the usefulness and importance of this article is imprinted on the hearts and the listener cannot forget it. In the middle, some more things and discussions come from a special occasion and event, which are highlighted as much as necessary, then the whole conversation is wrapped up by referring to the original purpose.

فہرستِ موضوعات

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
1	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	I
2	حلف نامہ فارم(Candidate Declaration Form)	II
3	ملخص مقالہ(Abstract)	III
4	فہرست عنوانات(Table of Contents)	IV
5	اظہارِ تشکّر (Expression of Thanks)	VI
6	انتساب(Dedication Form)	VII
7	مقدمہ(Introduction)	1
8	**باب اوّل:حوامیم سورتوں کا تعارف**	12
	فصلِ اوّل:حوامیم سورتوں کے فضائل،اسماءاور اسباب نزول	13
10	فصلِ دوم:حروف مقطعات:تفاسیر اور لغتِ عرب میں	27

11	**باب دوم: حوامیم سورتوں کے اسلوبی خصائص**	42
12	فصلِ اوّل: حوامیم سورتوں میں موضوعاتی وحدت	43
13	فصلِ دوم: حوامیم سورتوں میں دعوتی اسالیب	53
14	فصل سوم: حوامیم سورتوں میں کفار کے ساتھ طرزِ تخاطب و تنبیہ کی شکلیں	61
15	**باب سوم: حوامیم سورتوں کے معنوی معارف**	67
16	فصلِ اوّل: حوامیم سورتوں میں عقائد کا بیان: ترتیب و ہم آہنگی	68
17	فصلِ دوم: حوامیم سورتوں میں سابقہ امتوں کے واقعات سے استدلال	75
18	فصلِ سوم: حوامیم سورتوں میں استکبار و عاجزی کے اوصاف	80
19	**باب چہارم: حوامیم سورتوں کے بلاغی پہلو**	84
20	فصل اول: حوامیم سورتوں میں موضوعاتی بلاغی مظاہر	85
21	فصل دوم: حوامیم سورتوں میں تراکیب و مفردات کے بلاغی مظاہر	94
23	خلاصہ	98
24	نتائجِ مقالہ	99
25	سفارشات	100
26	فہرستِ آیات	101
27	فہرستِ احادیث	111

28	فہرست مصادر و مراجع	112

اظہارِ تشکر(Expression of Thanks)

اولارب ذوالجلال کالاکھ لاکھ شکر کہ جس کے لیے تمام جہانوں کی تعریفیں ہیں۔ جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ جس نے اپنے اس بندہ ناچیز کو علم کے لیے چنا اور اس تحقیق کو بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد اپنے والدین کا انتہائی احسان مند ہوں جن کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ کھڑی دھوپ میں سایہ کی مانند رہی۔ اور ہمیشہ درست رہنمائی کی۔ اور اپنی شریک حیات کا ممنوں و مشکور ہیں جنہوں نے بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ اور بالخصوص اپنے مربی و محسن استاد محترم جناب ڈاکٹر نور حیات صاحب کا جنہوں نے اس کام کو آچھے طریقے سے مکمل کرنے کے لیے بہترین انداز میں رہنمائی کی۔ اور ان کے ساتھ اپنے تمام قابل قدر اساتذہ کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں یہ ان ہی کی رہنمائی تھی جس کی بدولت میں اپنے اندر چھپے محقق کو تلاش کو سکا۔ اس کے علاوہ تمام لائبریریوں کے عملے اور نمل کے منتظمین کا جنھون نے ہر طرح کی سہولیات مہیا کیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ تمام کو دنیاو آخرت جزاء دے اور کامیابی سے نوازے۔ آمین۔

انتساب(Dedication)

اللہ کا بے حد شکر کہ جس نے ہمیشہ اپنا کرم کیا اور بلخصوص اس تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اور اپنے پیارے آقا ومولی حضرت محمد ﷺ کے نام جن کو خدا تعالیٰ انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اور آخر میں اس تحقیق کو اپنے والدین اور بھائیوں کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے زندگی میں ہمیشہ درست راستے کی طرف راہنماہی کی اور دعاوں کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی کبھی کمزور نہیں ہونے دیا جس کی بدولت یہ کٹھن راستہ پار کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

الحمدللہ رب العالمین علی ھذہ نعمۃ۔

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف / Introduction of the topic

حوامیم قرآن کریم کی وہ سورتیں ہیں جو ایک جیسے حروف مقطعات یعنی "حٰم" سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ سات سورتیں ہیں جو بالترتیب نازل ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں: غافر، فصلت، الشوری، الزخرف، الدخان، الجاثیۃ، الاحقاف۔ یوں تو قرآن کریم کی ساری سورتیں اپنے معنوی اور بلاغی پہلو کے اعتبار سے اعجاز کے درجے پر فائز ہیں کہ یہ کلامِ الٰہی ہیں اور ان میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اپنے مضامین اور زمان ومکان کی مناسبت میں طرز تخاطب کی اساس پر انفرادی خصوصیات کی حامل بھی ہیں۔ اس کی جانب خود نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے:

((إنَّ اللَّهَ أعْطانِي السَّبْعَ مَكانَ لـلتَّوْراةِ وأعْطانِي الرّاءاتِ إلى الطَّواسِينِ مَكانَ الإنْجِيلِ، وأعْطانِي ملـبَيْنَ الطَّواسِينِ إلى الحَوامِيمِ مَكانَ الزَّبُورِ وفَضَّلَنِي بِالحَوامِيمِ والمُفَصَّلِ، ملـقَرَّأهُنَّ نَبِيٌّـقَبْلِي))[1]

(اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے بدلے سبع طوال عطا کیں، انجیل کی جگہ مئون سورتیں دی گئیں، اور زبور کے بدلے طواسین سے نوازا گیا، جبکہ حوامیم اور مفصل سورتوں کے ذریعے مجھے فضیلت بخشی گئی ہے اور انہیں مجھ سے پہلے کسی رسول نے نہیں پڑھا)۔

حوامیم سورتیں اپنی معنویت اور بلاغت کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے:

"لکل شئ لباب ولباب القرآن الحوامیم"[2](ہر شے کا ایک مغز وخلاصہ ہوتا ہے اور قرآن کا مغز وخلاصہ حوامیم ہیں)۔

ان سورتوں کو اپنے بلاغی پہلو کی جاذبیت اور اعجاز کے اعتبار سے "قرآن کریم کی زینت" بھی کہا گیا ہے[3]۔ یہ مکی سورتیں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ان کے مضامین کے مابین ایک خاص قسم کی مشابہت موجود ہے۔ حوامیم کے مابین صرف حروف مقطعات اور ترتیب نزولی کا ہی تشابہ نہیں ہے بلکہ ان کے مابین کئی دیگر حوالوں سے بھی مماثلت وتشابہ پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پہ:

ا۔ ان تمام سورتوں کے شروع میں اعجازِ قرآن اور اس کے انتصار کے مضامین وارد ہوئے ہیں۔

---

[1] القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن،تحقیق ابراہیم الحناوی(القاہورہ، دارالحدیث، 1997ء)83/17

[2] ابن کثیر،عمادالدین،حافظ، تفسیر ابن کثیر(بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2001ء)458/4

[3] الآلوسی، شہاب الدین البغدادی، روح المعانی (بیروت، دارالشروق، 1994ء) 5-312

امام سیوطی لکھتے ہیں:

"کل سورةافتتحت بالحروف فلابد ان یذکر فیھا الانتصار للقرآن وبیان اعجازہ وعظمته"۔[1]

(قرآن کریم کی ہر وہ سورت جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہے اس میں لازمی طور پہ انتصارِ قرآن، اس کے اعجاز اور عظمت کا ذکر ہوتا ہے)۔

۲۔ حوامیم کی تمام سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ موجود ہے۔

۳۔ سابقہ امتوں سے کثرت کے ساتھ امثال موجود ہے۔

۴۔ ان سورتوں میں کفار کے لیے استعمال کیا گیا طرزِ تخاب ایک جیسا ہے۔ اس کے علاوہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی انتقال والتفات کی معنوی، لغوی اور بلاغی کیفیت میں بھی تشابہ پایا جاتا ہے۔

۵۔ ان سورتوں کے مضامین میں زمان و مکان کی مماثلت بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ موضوعات کا ایک جیسا ہونا ہے۔

یہ حوامیم سورتوں کے مابین مماثلت کی چند شکلیں ہیں جو بطور قدرِ مشترک ان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام جہتیں اس بات کی دعوت دیتی ہیں کہ ان میں پائی جانے والی مماثلت و خصائص کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ مطالعہ نہ صرف معنوی لحاظ سے اہم ہے بلکہ اس کے بلاغی پہلوؤں کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

قرآن کریم کے اعجاز کے حوالے سے اہل علم کے ہاں مختلف نوع کی مباحث ہوتی رہی ہیں جن کا ایک پہلو معنوی رہا ہے، لیکن بلاغی اعجاز کے لحاظ سے جو کلام ہوتا رہا ہے وقت کے ساتھ اعجازِ قرآنی کی بحث خالصتاَ بلاغی پہلو کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اس لیے حوامیم سورتوں کے مطالعہ میں ان کی معنوی جہت پر توجہ مرکوز کرنے کے ساتھ ان کے بلاغی خصائص کو پڑھنے کی بھی حاجت ہے۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ / Review of Literature

اس موضوع سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بطور خاص حوامیم سورتوں کے حوالے سے کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ عمومی طور پہ نظم قرآن اور قرآن کریم کے معنوی و موضوعاتی لحاظ تے کچھ مقالہ جات لکھے گئے ہیں، لیکن حوامیم سورتوں کے ضمن میں ایسا کام نہیں ہوا جس میں ان جہات میں تحقیق کی گئی ہو جو زیر نظر خاکہ میں مقصود ہیں۔

[1] السیوطی، عبدالرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن،(بیروت، دارالفکر،2008ء)87

مزید بر آں مجوزہ دو تفاسیر : کشاف اور صفوۃ التفاسیر کی روشنی میں اس موضوع پہ کوئی کتاب، مقالہ یا آرٹیکل موجود نہیں ہے۔ عمومی طور پہ قرآن کریم کے معنوی پہلو سے جو کام موضوع میں مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والے مقالہ جات، کتب اور آٹیکلز سامنے آئے ہیں ان کے عنوانات درج ذیل ہیں:

مقالہ جات:

۱۔ قرآن کریم کا موضوعاتی مطالعہ (ایم فل)، مقالہ نگار: محمد حنیف خان، نگران مقالہ: ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2012ء۔

اس مقالہ میں بنیادی طور پہ قرآن کریم میں وارد ہونے والے مختلف اہم موضوعات کا مطالعہ کیا گیا۔ یہ مطالعہ بالترتیب سورتوں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مضامین کی تقسیم کے اعتبار سے ہے۔ اس میں عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی فصول کے تحت مباحث کی تقسیم کی گئی ہے اور انہی کے پیش نظر سورتوں سے استشہادات ومثالیں لائی گئی ہیں۔ اس مقالہ میں تفاسیر کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، بلکہ مختلف تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے جن کی اکثریت اُردو زبان کی ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں استدلال کے مناہج، برصغیر کی تفاسیر کا تجزیاتی مطالعہ (ایم فل) مقالہ نگار: حافظ رشید احمد تھانوی، نگران مقالہ: ڈاکٹر عبدالحمید عباسی، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2013ء۔

اس مقالہ میں تفسیر کے معروف مناہج: تفسیر بالماثور، تفسیر بالنظم، تفسیر بالرائے محمود، تفسیر بالرائے مذموم اور تفسیر اشاری کی روشنی میں برصغیر کی تفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ شروع میں برصیغر کے اندر تفسیر نویسی کی تاریخ کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ان مناہج کی خصوصیات کی تفصیل کے ساتھ مفسرین اور ان کے افکار کا تعارف بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہر تفسیری منہج کے ذیل میں پانچ سے زائد تفاسیر پیش کی گئی ہیں۔

۳۔ نظمِ قرآن کا بلاغی پہلو (پی ایچ ڈی)، مقالہ نگار: عنایت اللہ، نگران مقالہ: ڈاکٹر محمود مخلوف، شعبہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2015ء

اس مقالہ میں بطور تمہید پہلے قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز پر بحث کی گئی ہیں جن میں لغوی اسالیب، بلاغی پہلوؤں اور معنوی خصائص کے ساتھ کئی دیگر معجزاتی حوالوں سے گفتگو کی گئی جس میں زمانی امتداد کے باوصف قرآن کریم کا محفوظ ہونا بھی شامل ہے۔ اس کے بعد نظم قرآن کی قدیم مباحث کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو اساسی حیثیت میں بلاغی پہلو پر مرتکز ہے۔ اس میں قاضی

عبد الجبار معتزلی، علی بن عیسی الرمانی، عبد القاہر جرجانی، ابو بکر باقلانی، ابو الحسن الرمانی کی تصانیف کی روشنی میں نظریہ نظمِ قرآن پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔اس کے آخر میں عہد حاضر کی چند شخصیات کے افکار کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا ہے جن میں محمد عنایت اللہ سبحانی، مولانا حمید الدین فراہی اور امین احسن اصلاحی شامل ہیں۔

۴۔ قرآن حکیم میں لغوی ترادف کا مسئلہ (ایم فل)، مقالہ نگار: نسرین پروین، ڈاکٹر محمد اکرم رانا، شعبہ علوم اسلامیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، 2014ء

اس مقالہ میں قرآن کریم کی لغوی حوالے سے ایک اہم جہت ترادف کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس موضوع کو مشترک لفظی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔مقالہ کے اندر پہلے فقہ اللغہ کے اہم متقدمین علماء کی کتب سے ترادف لغوی کی تعریفات اور اس کی شرائط وقیود پر بحث کی گئی ہے۔اس کے بعد لغت کی مایہ ناز عربی کتب سے اور تفاسیر کی روشنی میں قرآن کریم میں ترادف لغوی کے مسئلے پر نظری گفتگو کی گئی ہے اور اس کے بعد ان کتب وتفاسیر کے نظائر وحوالوں کی مدد سے استشہادات ومثالیں پیش کی گئ ہیں۔اس ضمن میں قرآن کریم سے ترادف لغوی کے مسئلے کو اسماء، افعال اور حروف کے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر نوع کے ذیل میں مثالیں لائی گئی ہیں۔

۵۔ اردو تفاسیر میں قرآن کا کلامی اسلوب (ایم فل)، مقالہ نگار: ساجدہ رحمان، نگران تحقیق: ڈاکٹر اصغر علی، کلیہ معارف اسلامیہ کراچی، کراچی یونیورسٹی، 2003ء۔

زیر نظر مقالہ میں اردو زبان میں تصنیف کی گئی ان تفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیاہ جن میں کلامی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔اس میں پہلے حصے کے اندر تفسیر نویسی میں کلامی اسلوب کے استعمال کی تاریخ وارتقاء کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔اس کے بعد برصغیر میں بعض مفسرین کے ہاں پائے جانے والے کلامی رجحانات کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔مقالہ نگار کے مطابق جس کی ابتداء جزوی طور پہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ہاں ان کی کتب میں ذکر کیے گئے تفسیری نکات سے محسوس ہوتی ہے۔اس کے بعد اردو زبان کی دس ایسی تفاسیر کا ذکر کیا گیا ہے جن میں کلامی اسلوب واضح جھلکتا ہے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: تفسیر القرآن سرسید احمد خان، بیان القرآن، فتح المنان، مواہب الرحمان، ترجمان القرآن، تفسیر ماجدی، تفسیر معارف القرآن، تفہیم القرآن، تدبر قرآن، تفسیر فراہی۔وغیرہ۔

آرٹیکلز:

1۔ قرآن کریم کا لغوی اعجاز: سر سید احمد خان کی آراء کی روشنی میں، ڈاکٹر تاج افسر، مجلہ علوم اسلامیہ، جلد 8، شمارہ 9، 2014ء

اس آرٹیکل میں پہلے اولاً اختصار کے ساتھ سر سید احمد خان کی زندگی کے حالات وافکار کا ذکر ہے۔ پھر اعجازِ لغوی کی تعریفات بیان کی گئی ہیں، اس کے بارے میں متقدمین اہل علم کی آراء کا ذکر ہے۔ بعد ازاں سر سید احمد خان کے نظریے کی وضاحت ہے کہ ان کے نزدیک لغوی پہلو سے قرآن کریم کا اعجاز اللہ تعالی کی طرف سے ثابت نہیں ہے۔ جبکہ آخر میں سر سید احمد خان کی اس رائے کا رد کیا گیا ہے کہ اس فکر کی ٹھوس بنیادیں موجود نہیں ہیں اور یہ کہ مذکورہ رائے سراسر انحراف ہے۔

2۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں بلاغی اعجاز، ڈاکٹر کفایت اللہ ہمدانی، افکار، جلد 3، شمارہ 4، 2018ء

اس آرٹیکل میں پہلے اعجازِ بلاغی کی تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے۔ بعد ازاں ان آیات کے بلاغی خصائص کا ذکر ہے جن میں یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بلاغی خصائص علم البیان کے مظاہر کی روشنی میں ذکر کیے گئے ہیں۔

3۔ قرآنی سورتوں میں نظم و مناسبت: فکر فراہی و حسین علی کا تقابلی مطالعہ، فکر و نظر، جلد 54، شمارہ 2، 2017ء

اس آرٹیکل میں پہلے نظم و مناسبت کی لغوی و اصطلاحی تعریفات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد مولانا فراہی اور مولانا حسین علی کے نزدیک تصورِ نظم کی بحث ہے کہ ان دونوں کے ہاں نظمِ قرآن کی مباحث کے کونسے انفرادی خصائص ہیں جن کی بنیاد پر سورتوں اور آیات کے ربط کو واضح کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں عمود، دعوی اور مقصودِ کلام کی اہمیت اور ان ضوابط کی توضیحی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

4۔ مولانا حسین علی الوانی کے اصول نظم قرآن، ڈاکٹر سیف اللہ، العلم، جلد 4، شمارہ 8، 2014ء

اس آرٹیکل میں بطور تمہید پہلے قرآن کریم کی سورتوں کی تقسیم کے نظریے پر بات کی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا حسین علی الوانی کے ہاں سورتوں کی چار تقسیمات کا بیان ہے۔ اس کے بعد قرآن حکیم کی آیات کے مابین ربط کے ان مناہج وضوابط کا ذکر کیا گیا ہے جو مصنف کے نزدیک معتمد ہیں۔ جبکہ آخر میں مجموعی طور پہ نظمِ قرآن کے آٹھ اصول بیان کیے گئے ہیں۔

5۔ قرآنی سورتوں میں موضوعی وحدت، سید متین احمد شاہ، فکر و نظر، جلد 54، شمارہ 2، 2017ء

اس آرٹیکل میں شیخ سعید حوی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے نظریہ نظم کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے کہ ان دونوں شخصیات کے نزدیک اس بنیاد پر قرآن کریم کی سورتوں میں موضوعی وحدت کے کونسے مظاہر ہیں۔ آرٹیکل میں پہلے بیسویں صدی کے تفسیری رجحانات کو بیان کیا گیا ہے جن میں نظم قرآن کی نئی جہات ومباحث کا ذکر نمایاں ہے۔ اس کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن اور شیخ سعید حوی کی الاساس فی التفسیر کی روشنی میں دونوں کے ہاں نظریہ نظم کی امتیازی خصوصیات پر بات کی گئی ہے۔

6۔ تفسیری ادب میں نظم قرآن پر ہونے والی کام کا ارتقائی جائزہ، ڈاکٹر ثناء اللہ، فکر و نظر، پشاور اسلامکس، جلد4، شمارہ 3، 2012ء

اس آرٹیکل میں پہلے نظم کی لغوی واصطلاحی تعریفات کا بیان ہے، اس کے ساتھ تفسیری ادب میں نظریہ نظم کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نظریہ کا تاریخی ارتقائی جائزہ لیا گیا اور ہر عہد کے نمایاں اہل علم ومفسرین کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں۔ نظریہ نظم قرآن کے ارتقاء کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا عہد دوسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری کی ابتداء تک کا ہے، دوسرا دور چھٹی صدی ہجری سے بارھویں صدی ہجری کا ہے، جبکہ تیسرا عہد اس کے بعد سے اب تک کا ہے۔

کتب:

1. قرآنی الفاظ کے مادے، ڈاکٹر محمد رفیق چوہدری، مکتبہ قرآنیات، لاہور، 2008ء
2. مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، مترجم: شیخ شمس الحق، اسلامی اکادمی، لاہور، 1998ء
3. امثال القرآن: قرآنی تمثیلات وتشبیہات کا مجموعہ، شیخ محمد دلاور، صبحِ روشن پبلیکیشنز، لاہور، 2011ء
4. قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی، جلیل الرحمان چشتی، دارالکتب السلفیہ، لاہور، 2012ء
5. مفتاح القرآن: قرآن کریم کی صرفی، نحوی تحقیقی ڈکشنری، مولانا عبدالغفور، عکس پبلیکیشنز، 2016ء
6. قرآن کریم کی تفسیری لغات، مولانا عبدالرحمن، سنگت پبلشرز، لاہور، 2010ء
7. قرآن کریم کی تفسیری لغت، مولانا عبدالرشید گجراتی، شمسی پبلشنگ، فیصل آباد، 2004ء
8. مطالعہ قرآن کے اسلوب ومبادی، سید الوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1999ء
9. قرآن مجید کا اسلوب بیان، سید قطب شہید، مترجم: غلام احمد حریری، طارق اکیڈمی، لاہور، 2007ء

10. قرآن مجید کے ادبی اسرار ورموز، مولانا ذوالفقار احمد، مکتبہ الفقیر، فیصل آباد، 2014ء

11. قرآن کریم کے فنی محاسن، سید قطب، مترجم: غلام احمد حریری، مکتبہ علوم القرآن، لاہور، 2014ء

12. التعبیر القرآنی، ڈاکٹر فاضل صالح السامرائی، دار عمار للنشر والتوزیع، القاہرہ، 2004

جوازِ تحقیق/Rationale of the Study

قرآنِ حکیم کی حوامیم سورتیں متعدد حوالوں سے اہمیت کی حامل ہیں جن میں معنوی جہات اور بلاغی پہلو دونوں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ معنوی نقطہ نظر سے دیگر جوانب بھی اہم ہیں مگر نظریہ نظم ومناسبات کی روشنی میں ان کا مطالعہ ایک جدید زاویہ ہے جو تحقیق کا متقاضی ہے۔ اسی طرح علم البلاغہ کی رُو سے حوامیم سورتوں کی فنی وجمالیاتی صورتوں اور اسالیب پر بھی مرتب انداز میں کام نہیں ہوا ہے۔ اس لیے یہ مجموعی طور پہ یہ موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے جو وجہ انتخاب ہے۔ نظریہ نظم اور بلاغی اعتبار سے سب سے نمایاں تفسیر علامہ جاراللہ زمخشری کی 'تفسیرِ کشاف' ہے، جبکہ جدید تفاسیر میں صفوۃ التفاسیر ان خوبیوں کی حامل ہے۔ اس لیے موضوع کی معنوی وبلاغی جہات میں دراسہ وتحقیق کے لیے ان دو تفاسیر کا انتخاب کیا گیا ہے۔

بیانِ مسئلہ/Statement of the Problem

قرآن حکیم کی حوامیم سورتوں کے معنوی وبلاغی جہات کے مطالعہ کے ضمن میں جن امور کو اساسی حیثیت حاصل ہے ان میں موضوعاتی خصائص، نظم ومناسبات اور لفظی جمالیات ومظاہر نمایاں ہیں۔ چونکہ حوامیم سورتیں ایک مخصوص امتیازی وصف وتقسیم کی حامل ہیں کہ جن میں ہر حوالے سے ایک گونہ مماثلت کی قدر مشترک ہے جس کا اہم سبب زمانی ومکانی یکسانیت ہے۔ ان مماثلتوں کی طرف تفاسیر میں اشارے تو ملتے ہیں لیکن اس کا مرتب خاکہ پہلے موجود نہیں ہے۔ زیر نظر مضمون میں حوامیم کے بعض خصائص ومشترکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مضمون ایک تمہید اور دو فصول پر مشتمل ہے۔ تمہید میں حوامیم سورتوں کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ فصلِ اول میں حوامیم سورتوں کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، جبکہ فصلِ دوم کا عنوان 'حوامیم سورتوں کے خصائص ومشترکات' ہے جس کے ذیل میں بالترتیب یہ مباحث ذکر کیے گئے ہیں: حوامیم سورتوں کے فواتح کے مابین مماثلت۔ انسجامِ نظمی۔ لفظی مشترکات اور نہ ایسی کتب دستیاب ہیں جن سے بطور نمونہ استفادہ کیا جاسکے۔ اس لیے یہ موضوع جہاں اہمیت کا حامل ہے وہیں اپنی بُنت اور تحلیل میں دلچسپ اور خاصا تحقیق طلب بھی ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت / Significance of the study

اگرچہ قرآن کریم کے مضامین اور بلاغی ولغوی پہلوؤں کا ایک خاص منہج ہے جس کے مظاہر پر تفاسیر اور اصولِ تفاسیر میں بہت سارا کام کیا گیا اور اس کے علاوہ لغت وبلاغت کی مایہ ناز کتب میں بھی ان حوالوں سے گفتگو کی گئی ہے۔ تاہم قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے متن و مضامین میں مختلف مظاہر وعلوم کا جو سمندر ہے وہ کبھی انتہاء کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح حوامیم سورتوں کے حوالے سے ایک علمی و تحقیقی پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے مابین پائے جانے والے تشابہ کی متنوع صورتوں پر غور کیا جائے ۔اس موضوع کو درج ذیل نکات کے ضمن میں سمجھا جاسکتا ہے:

- حوامیم سورتوں کے مابین مماثلت کی کئی صورتیں ہیں جو زمانی ومکانی کے علاوہ، معنوی اور بلاغی بھی ہیں۔ مجموعی طور پہ اس نوعیت کی مشابہت دیگر قرآنی سورتوں کے درمیان بہت کم پائی جاتی ہے۔ اس لیے موضوعاتی اسالیب ومناہج اور بلاغت کے فنی اصولوں کی بنیاد پر ان سورتوں کے باہمی ربط کا مطالعہ اہم ہے۔
- چونکہ حوامیم سورتوں میں واقعات اور سابقہ امتوں کے حوالے سے امتثال کی قدر مشترک ہے جن میں بظاہر تکرار بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک گونہ مماثلت کے باوجود اس تکرار کی معنوی اور بلاغی جمالیات ایک دوسرے سے قدرے مختلف بھی ہیں۔ ان امتیازی جمالیاتی پہلوؤں کے مطالعے کی بھی ضرورت ہے۔
- یہ تمام سورتیں مکی ہیں، اس لیے ان میں زیادہ تر کلام عقائد کے حوالے سے ہے۔ لیکن ان میں سے ہر سورت کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر عقائد وارکانِ دین میں سے کسی ایک عقیدے ورکن پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ گویا عمومی معارف میں اشتراک کے ساتھ ان کے اندر مرتب انداز میں ایک بحث سے دوسری بحث کی جانب انتقال بھی ہوا ہے۔ حوامیم کا یہ پہلو قابل غور ہے۔
- قرآن کریم میں جو استدلالی اسالیب اختیار کیے گئے وہ چار قسم کے ہیں: نقلی، منطقی، مشاہداتی اور استقرائی۔ حوامیم سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر مشاہداتی طرز استدلال اختیار کیا گیا ہے۔ حوامیم کی اس خصوصیت پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔

- ان سورتوں میں کفار کے ساتھ طرز تخاطب میں ان کے کبر و نخوت کی صفت کو بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔ واقعات کے ضمن میں بھی اور مکالماتی و تنبیہی بیان کے دوران بھی۔ اس طرز تخاطب اور کفار کی اس خاص صفت کا بیان مختلف پیرائے میں وارد ہوا ہے، جو کہیں ترغیب کے پیرائے میں ہے، کہیں استدلالی طرز کلام میں اور کہیں ترہیب کے پیرائے میں۔
- پھر اس کے لیے استعمال کے لیے الفاظ کے اختلاف میں فنی طور پہ لغت و بلاغت کے کئی دیگر جمالیاتی پہلو ہیں۔ کفار کے ساتھ طرز تخاطب کا یہ پہلو بھی تحلیل واستقراء کے لیے نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔

جس طرح نظمِ قرآن کی مباحث میں یہ نکتہ اہم ہوتا ہے کہ ایک آیت کا یا ایک موضوع کا اگلے موضوع کے ساتھ ربط کیا ہے اور اس کا مقصدی پہلو کونسا ہے، اسی طرح سورتوں کی ابتداء واواخر کے مابین ربط اور ایک موضوع میں تراکیب و مفردات کے اختلاف کی نوعیت کے بھی امتیازی خصائص ہوتے جن پر مفسرین اور علم بلاغت سے شغف رکھنے والے علماء نے کلام کیا ہے۔ حوامیم سورتوں میں بھی ان تمام جوانب کو واضح طور پہ محسوس کیا جا سکتا ہے۔

- حوامیم سورتوں میں مکالمہ کے لیے بلاغت کے تینوں اسالیب استعمال کیے گئے ہیں: خطابی، علمی اور ادبی۔ بیک وقت ان تینوں اسالیب کو جمع کرنا قرآن کا معنوی وبلاغی دونوں حوالوں سے ایک اعجاز ہے۔ ان اسالیب کا مطالعہ بھی مفید ہے۔
- حوامیم سورتوں میں مذکورہ بالا بلاغی پہلوؤں کے علاوہ علم بیان کے چند دیگر اسالیب بھی کثرت کے ساتھ مستعمل ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ایجاز، استفہام، حسنِ تخلص، استطراد، ابدال، حذف، جملہ معترضہ، وغیرہ۔ یہ تمام اسالیب ان سورتوں کی معنوی جمالیاتی جہت کو مزید پر کشش اور دل آویز بناتے ہیں۔ ان تمام حوالوں سے حوامیم کا مطالعہ اہم ہے۔
- حوامیم سورتوں میں بلاغت کی تینوں فنی صورتوں علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع کے مظاہر کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ان مظاہر کو حوامیم کے تناظر میں علیحدہ علیحدہ پڑھنے کی حاجت ہے۔

مقاصدِ تحقیق / Objectives of the Study

- حوامیم سورتوں کی معنوی جہات کا مطالعہ جن میں سر فہرست موضوعاتی لحاظ سے ترتیب وہم آہنگی شامل ہیں۔
- موضوعاتی حوالے سے علم المناسبات اور نظم کے متنوع پہلوؤں کا مطالعہ جو داخلی کے علاوہ سورتوں کے مابین ان کے اوائل واواخر کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔

- حوامیم سورتوں میں علمِ بلاغہ کی تینوں شاخوں علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع کے مظاہر کے استعمال اور ان کے امتیازی جمالیاتی عناصر کا جائزہ۔
- آیات کی تراکیب و مفردات کا بلاغی پہلو سے مطالعہ جن سے ان کی معنوی جہات بھی حدِ اعجاز کو پہنچتی ہیں۔
- حوامیم سورتوں میں وارد ہونے والے اجتماعی اخلاقی امور کا تحلیلی جائزہ

تحقیقی سوالات / Research Questions

- حوامیم سورتوں کے مابین تشابہ واشتراک کو اہل علم نے کن مختلف زاویوں سے دیکھا ہے؟
- ان میں موضوعاتی و معنوی ضمن میں کونسی جہات پر زیادہ زور دیا گیا ہے؟
- زمان و مکان اور سورتوں کی شروعات واواخر کے موضوعاتی و بلاغی نسق کے کونسے مظاہر ہیں؟
- داخلی اور سورتوں کے مابین باہمی حیثیت میں علم المناسبات و نظم کے کونسے بلاغی پہلو نمایاں ہیں؟

تحدید اور دائرہ کار موضوع / Delimitations of the Study

اس موضوع پر ایک قدیم تفسیر علامہ جاراللہ زمخشری کی الکشاف، اور ایک جدید تفسیر محمد علی الصابونی کی صفوۃ التفاسیر کی روشنی میں کام کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں حوامیم سورتوں کے معنوی و بلاغی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ معنوی لحاظ سے ان میں موضوعاتی جہات کے مظاہر کے مطالعہ کے علاوہ ان میں استعمال کیے گئے منہجِ مکالمہ و طرزِ استدلال کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جبکہ بلاغی پہلو سے علم بیان کی رُو سے کلام کے مختلف اسالیب پیش نظر رکھے گے ہیں جن میں بالخصوص علم المناسبات و نظم کے ساتھ التفات کے ترکیبی و مفرداتی اسالیب نمایاں ہیں۔

منہج تحقیق/Research Methodology

- اس تحقیق کا بنیادی اسلوب بیانیہ، تجزیاتی اور تحلیلی ہے۔ تفسیر کشاف اور صفوۃ التفاسیر کی روشنی میں حوامیم سورتوں کے اسلوبی، معنوی اور بلاغی جہات کی ذیلی مباحث میں پہلے جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں متعلقہ نظری پہلوؤں کی وضاحت کی گی۔ اس کے بعد تطبیقی عمل میں سورتوں اور آیات سے تفسیری استشہادات پیش کیے گے ہیں۔ مثال کے طور پہ اگر کسی آیت میں مجاز مرسل، استعارہ یا استطراد کی بلاغی جمالیاتی صورتیں موجود ہوں تو اس کی وضاحت سے قبل ان اصطلاحات کی تعریف

وتشریح کی گی ہے۔ نظری مباحث کی توضیح کے دوران علم البلاغہ کی اہم کتب سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔ البتہ یہ زیادہ تر اسلوبی خصائص اور بلاغی جہات میں ہے۔ معنوی اعتبار سے زیادہ تر مجوزہ تفاسیر پر قناعت کی گی، کہیں کہیں اہم مقامات پر بوقت ضرورت کسی دوسری تفسیر سے بطور تائید کوئی موقف نقل کیا گیا ہے۔ تاہم یہ ثانوی ہے نہ کہ بنیادی۔

دوران تحقیق اصل مصادسے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ اور بوقت ضرورت ثانوی مصادر سے بھی استفادہ کیا ہے۔

کتب، مقالہ جات اورآرٹیکلز کے حصول کیلئے وکیپڈیا، گوگل سکالر، اسلامیات کے سافٹ ویئرز اور لائبریریوں (ڈاکٹر حمید اللہ IIU آسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، نمل یونیورسٹی) کی طرف رجوع کیا۔

تمام عصری تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مقالہ کی تحریر اور حوالہ جات کے لیے نمل یونیورسٹی کا فارمیٹ اختیار کیا جائے گا۔

باب اول: حوامیم سورتوں کا تعارف

فصل اول: حوامیم سورتوں کے فضائل، اسماء اور اسباب نزول

فصل دوم: حروف مقطعات تفاسیر اور لغتِ عرب میں

فصل اول: حوامیم سورتوں کے فضائل، اسماء اور اسباب نزول

مبحث اول: حوامیم سورتوں کے فضائل

مبحث دوم: حوامیم سورتوں کے اسماء اور وجہ تسمیہ

مبحث سوم: حوامیم سورتوں کے اسباب نزول

فصل اول:

حوامیم سورتوں کے فضائل، اسماء اور اسباب نزول

حوامیم قرآن کریم کی ان سات سورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک جیسے حروفِ مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ حٰم کے ساتھ شروع ہونے والی سورتیں درج ذیل ہیں:

(1) غافر

(2) فصلت

(3) الشوری

(4) الزخرف

(5) الدخان

(6) الجاثیہ

(7) الاحقاف

یہ سورتیں قرآن کریم میں نزول کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے بعد اسی ترتیب سے ناول ہوئی ہیں۔ عددی حساب سے ان کا نمبر 40 سے 46 تک ہے۔ یہ تمام سورتیں مکی ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

((نزلت الحوامیم جمیعا َ بمکۃ))[1]

(حوامیم کی ساری سورتیں مہ میں نازل ہوئیں)۔

---

[1] ترمذی محمد بن عیسی، سنن ترمذی (بیروت: دارالتراث، 2009ء) حدیث نمبر: 2057

مبحث اول:

حوامیم سورتوں کے فضائل

مفسرین اور اہل علم کے ہاں حوامی کو خاص اہمیت کا حامل تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف اس کی ترتیب نزولی کا جداگانہ امتیاز یا معنوی ولاغی خصائص ہی نہیں ہیں بلکہ خود آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھی ایسی احادیث روایت کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ان اجموعہ سُور کی ایک خاص فضیلت ہے۔ ذیل میں ان سورتوں کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی روایات اور مختلف اقوال کو پیش کیا جاتا ہے:

حوامیم جہنم سے نجات دلانے والی سورتیں:

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه و آله أَنَّهُ قَالَ: "الْحَوَامِيمُ سَبْعَةٌ وَأَبْوَابُ النَّارِ سَبْعَةٌ: جَهَنَّمُ وَ الْحُطَمَةُ وَ لَظَى وَ سَعِيرٌ وَ سَقَرُ وَ هَاوِيَةٌ وَ الْجَحِيمُ، وَ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَأْتِي كُلُّ سُورَةٍ وَ تَقِفُ عَلَى بَابٍ مِنْ هَذِهِ الْأَبْوَابِ وَ لَا تَدَعُ قَلِيئَهَا مِمَّنْ آمَنَ بِاللَّهِ أَنْ يُذْهَبَ بِهِ إِلَى النَّارِ))[1]

(حوامیم سورتیں سات ہیں اور آگ کے دروازے بھی سات ہیں جن کے نام یہ ہیں: جہنم، حطمہ، لظی، سعیر، سقر، ہاویہ اور جحیم۔ قیامت والے دن یہ تمام سورتیں جہنم کے ان دروازوں پر کھڑی ہوں گی اور ہر وہ شخص جو انہیں پڑھتا تھا اور وہ اللہ تعالی پر ایمان رکھنے والا تھا اس کو یہ سورتیں جہنم میں نہیں جانے دیں گی)۔

حوامیم پہلے کسی رسول پر ناول نہیں ہوئیں:

"إنَّ اللَّهَ أعْطاني السَّبْعَ مَكانَ للتَّوراةِ وأعْطاني الرّاءاتِ إلى الطَّواسِينِ مَكانَ الإنْجِيلِ، وأعْطاني ملبَيْنَ الطَّواسِينِ إلى الحَوامِيمِ مَكانَ الزَّبُورِ وفَضَّلَنِي بِالحَوامِيمِ والمُفَصَّلِ، ملقَرَّأهُنَّ نَبِيٌّقَبْلِي"[2]

(اللہ تعالی نے مجھے تورات کے بدلے سبع طوال عطا کیں، انجیل کی جگہ مئون سورتیں دی گئیں، اور زبور کے بدلے طواسین سے نوازا گیا، جبکہ حوامیم اور مفصل سورتوں کے ذریعے مجھے فضیلت بخشی گئی ہے اور انہیں مجھ سے پہلے کسی رسول نے نہیں پڑھا)۔

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، حدیث نمبر:2386

[2] القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق ابراہیم الحناوی (القاہرہ، دارالحدیث، 1997ء) 17/83

حوامیم قرآنِ کریم کی دلہنیں ہیں:

حضرت زرابن حبیش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں حوامیم کے قریب پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: "اے زربن حبیش تم قرآن کی دلہنوں کی تلاوت کرنے والے ہو"۔[1]

قرآنِ کریم کا مغز:

حضرت ابوعبیدہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ:

((ان لکل شیء لباب وان لباب القرآن الحوامیم))[2]۔

(ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حوامیم ہیں)۔

حوامیم خوشبوؤں کے حدائق ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہ: قرآن کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال کی زیارت کو نکلے، جب وہ گھر پہنچے تو اچانک وہاں بارش کے آثار دیکھے، پھر کچھ دیر میں اسے وہاں سرسبز وشاداب مہکتے باغات نظر آئیں۔ بارش کے قطروں کی مثال قرآن کریم کی عظمت کی سی ہے اور اس میں حوامیم مہکتے باغات ہیں جو حیران کر دینے والے ہیں۔[3]

قرآن کی زینت:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

"حوامیم سورتیں قرآن کی زینت وسنگھار ہیں:[4]۔

حوامیم جنت میں بلند درجات کی ضامن:

اسحاق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا قول ہے:

---

[1] القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق ابراہیم الحناوی، 17/ 112

[2] سجستانی، سلمان بن الاشعث، سنن ابوداود (انقرہ: دارانقرہ للکتب، 2005ء) حدیث نمبر:1835

[3] ابواسحاق الثعلبی، الکشف والبیان (بیروت، المکتبۃ العلمیہ، 1997ء)1/ 342

[4] ایضا: 1/ 370

((ہر درخت کا ایک پھل ہوتا ہے اور قرآن کے پھل حم سے شروع ہونے والی سورتیں ہیں۔جو شخص یہ چاہے کہ وہ قیامت والے دن جنت کے باغ میں بلند مقام پر پہنچے تو وہ حوامیم سورتوں کی تلاوت کرے۔ اور جو شخص ایک دن رات میں الم السجدہ اور تبارک الذی بیذہ الملک تلاوت کرلے گویا اس نے لیلۃ القدر پالی))[1]۔

حوامیم جنگ میں دشمن پر فتح کے حصول میں معاون:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:((جنگ خیبر کے مقوع پر مسلمانوں کو جب شکست ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی مٹھی میں مٹی بھر کر دشمنوں کی جانب حم لاینصرون، اس سے مخالفین کو شکست ہوگئی۔نہ ہم نے تیر چلایا نہ ہی نیزہ پھینکا))[2]۔

[1] ابن حنبل، احمد بن حنبل، مسند احمد (ریاض: دار السلام، 1999ء) حدیث نمبر: 2622

[2] نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی (بیروت: دار التراث، 2009ء) حدیث نمبر: 3307

مبحث دوم:

حوامیم سورتوں کے اسماء اور وجہ تسمیہ

سورۃ غافر:

حوامیم سورتوں میں سے سب سے پہلی سورت غافر ہے۔ اس سورت کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے مفسرین کرام نے کئی اقوال پیش کیے ہیں۔

پہلی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اسم اس سورت کی تیسری آیت میں وارد ہوا ہے جس کے نام سے یہ سورت معروف ہے

﴿ غافر الذنب قابل التوب--- ﴾

اس سورت کا ایک دوسرا نام "مؤمن" بھی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ بھی یہ ہے کہ اس سورت کی آیت نمبر اٹھائیس میں آل فرعون کے ایک مؤمن فرد کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی لفظ کی نسبت سے سورت کا نام مشہور ہو گیا۔

﴿ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ﴾ [1]

(اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا)

سورۃ فصلت :

سورت فُصلت کا نام فُعِل کے وزن پر تکرار اور تفصیل کے معنی میں وارد ہوا ہے کہ جس میں نہایت کھول کر چیزوں کو واضح کر دیا گیا ہو۔ وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالی نے اپنی وحدانیت کے بارے میں دلائل وبراہین کو نہایت واضح، شفاف اور کھلے طریقے سے بیان فرمادیا ہے۔ لفظ فصلت کا ذکر اس سورت کی پہلی آیت میں وارد ہوا ہے۔

﴿ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ [2]

(یہ عربی قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں)۔

اس سورت کا ایک اور نام حم السجدہ بھی ہے۔ کیونکہ حوامیم میں اس کی خصوصیت ہے کہ اس میں ایک آیتِ سجدہ موجود ہے۔

سورۃ شوری:

---

[1] غافر:28

[2] فصلت: 3

اس سورت مبارکہ کا نام بھی ایک آیت میں وارد ہونے والے لفظ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [1]

(اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں)

مفسرین کے مطابق سورت کا نام اس لفظ کی مناسبت سے اس لیے رکھا گیا کیونکہ دین اسلام میں شورائیت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے بالخصوص سیاسی اور سماجی معاملات میں جو اجتماعیت سے متعلق ہوتے ہیں۔ چونکہ شورائیت مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں ایک محور کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے سورت کو اس اہم نام سے موسوم کیا گیا تاکہ لوگوں میں اس کی وقعت کو اجاگر کیا جائے۔[2]

اس سورت مبارکہ کا دوسرا نام "حم عسق " بھی ہے۔کیونکہ اس سورت میں حم کے بعد ایک اور حرف مقطع "عسق" وارد ہوا ہے۔اس لیے بعض مفسرین اس سورت کو حم عسق یا صرف سورت عسق کے نام سے بھی ذکر کرتے ہیں۔[3]

سورۃ زخرف:

اس سورت مبارکہ کا نام زخرف ایک آیت میں وارد ہونے والے لفظ کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

﴿ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [4]

(اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور آخرت آپ کے رب کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔)

زُخرُف زروزیور کے معنی میں ہے اور یہ نام اس سورت کی 35ویں آیت سے لیا گیا ہے جہاں پر دینا کے مال و دولت اور زروزیور کی بے اہمیت ہونے کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سورہ زخرف" رکھا گیا ہے

سورۃ الدخان:

سورت الدخان اس سورت مبارکہ میں وارد ہونے والے ایک لفظ الدخان کی وجہ سے معروف ہے۔

---

[1] الشوری:38

[2] محمد الجارم، دراسات اسلوب القرآن (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2008ء)235

[3] ایضاً: 236

[4] الزخرف:35

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [1]

(تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔)

قیامت کی علامات میں سے ایک آسمان میں دھویں کا پھیلنا بھی ہے۔ آیت میں اسی علامت کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الجاثیہ:

لفظ الجاثیہ بھی اس سورت میں وارد ہوا ہے جس کے نام سے یہ موسوم کی گئی ہے۔ الجاثیہ کا مطلب ہوتا ہے گھٹنے کے بل بیٹھنا۔ آیت کریمہ میں قیامت اور حشر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ اس دن تمام اقوام اپنے خالق حقیقی کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک جائیں گی۔ ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ﴾ [2]

(اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بَل گرے ہوئے)

سورۃ احقاف:

یہ نام بھی سورت کی ایت مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَه بِالْاَحْقَافِ ﴾ [3]

(اور یاد کرو اپنے بھائی عاد کو جب انہوں نے اپنی قوم کو ریت کے طوفان سے ڈرایا۔

---

[1] الدخان:10

[2] الجاثیہ:28

[3] الاحقاف:21

مبحث سوم:

حوامیم سورتوں کے اسباب نزول

سورۃ غافر:

سورت غافر قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے ایک ہے جن میں اللہ تعالی نے سخت تنبیہی اور جلالی لہجہ استعمال فرمایا ہے۔اس میں حق وباطل اور ہدایت وضلال ع۔ مزلی معرکے کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورت الزمر کے بعد مکہ مکرمہ میں نازل میں نازل کی گئی اور یہ پچاسی آیات پر مشتمل ہے۔ جبکہ مصحف عثمانی کے مطابق ترتیب میں اس کا چالیسواں نمبر ہے، البتہ نزول کے اعتبار سے یہ ساٹھویں نمبر پر ہے۔

سبب نزول:

قرآن کریم میں کئی سورتیں ایسی ہیں جو بغیر کسی واضح پس منظر کے نازل ہوئیں۔ وقت کے لحاظ سے ان کی حکمت صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے۔ جیسا کہ سورت فاتحہ۔ سورت عافر بھی انہی سورتوں میں سے ایک ہے جس کے وقتِ نزول اور پس منظر کی مصلحت کو اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔

شیخ ابوالحسن ھلی بن احمد الواحدی ان اوائل شخصیات میں ہیں جنھوں نے" قرآن کریم کی سورتوں کے اسباب کے حوالے سے مستقل کتاب تصنیف کی ہے، ان کا خیال ہے کہ سورت غافر یا اس کی آیات کے نزول کا سبب اس نوعیت کا نہیں ہے جو دیگر کچھ سورتوں کا ہے۔ اس میں حق وباطل کی پہچان کے بارے میں تعلیمات وہدایات دی گئی ہیں۔ [1]

سورۃ فصلت:

سورت فصلت مکی سورت ہے۔ یہ ہجرت سے قبل آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی۔ ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر اکسٹھ ہے۔

---

[1] محمد عبدالخالق عضیمہ، دراسات فی اسلوب القرآن الکریم، (دارالحدیث، مصر 2004)، 140

مفسرین کرام اور اسباب نزول کی کتب کے مصنفین کے نزدیک اس پوری سورت کا کوئی ایک سبب نزول نہیں ہے۔ البتہ اس میں دو آیات کے شان نزول کا ذکر کتب میں مذکور ہے:

آیت اول: ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ ﴾ [1]

(اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان)

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ بیت اللہ کے پاس تین لوگ بیٹھے اللہ تعالی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک سوال کیا کہ جب ہم بات کرتے ہیں تو کیا اللہ تعالی اسے سنتا ہے؟ اس کے جواب میں دوسرے آدمی نے کہا کہ اگر اونچی آواز میں کچھ کہا جائے تو اللہ تعالی سن لیتا ہو گا۔ جبکہ تیسرے شخص نے کہا کہ چاہے آہستہ بات کی جائے یا باالجہر، اللہ تعالی سن لیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ گفتگو سن رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ قصہ دہرایا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مفہوم ہے کہ: تم اس سے چھپ نہیں سکتے کہ تم پر تمہارے کان، آنکھیں اور تمہاری کھال گواہی دیں گے، لیکن تم تو یہ گمان کر بیٹھے اللہ تعالی کو تمہارے بہت سے کاموں کا علم نہیں۔[2]

آیت ثانی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ [3]

(بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت صحابی رسول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ مشرکین کے گروہ نے کہا کہ اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں (معاذ اللہ) اور بت شفاعت کریں گے۔ یہود کے گروہ نے دعوی کیا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور محمد (ﷺ) نبی نہیں ہیں۔ ان کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی توصیف کی گئی ہے۔[4]

سورۃ الشوری:

---

[1] فصلت:22

[2] ابو الطیب الحسینی، فتح البیان فی مقاصد القرآن (القاہرہ، دار نہضۃ مصر، 2006ء)، 70

[3] فصلت:30

[4] ابو الطیب الحسینی ، فتح البیان فی مقاصد القرآن، 143

اس سورت کی بعض آیات کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کے ہاں چند روایات ملتی ہیں۔ ان کے مطابق اس سورت کی آیت نمبر 27

﴿ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴾ [1]

(اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبر دار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ہم میں سے بعض لوگ دیکھتے تھے کہ بنو قریظہ، بنو نظیر اور بنو قینقاع یہودی قبائل کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے مگر ہم فقر کے پاس زندگی بسر کرتے ہیں۔ تو دل میں آتا کہ ہمارے پاس بھی ایسے مال ہوتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ مال و دولت انسانی رغبتوں کو منقسم کرنے والے ہیں، وہ اپنے بندوں کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اس لیے فقر کو کمزوری نہ سمجھا جائے اور مال و دولت کو ہی طاقت نہ خیال کیا جائے۔[2]

ایک اور روایت کے مطابق یہ آیت اہل صفہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو یہ چاہے تھے کہ ان کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔[3]

سورۃ الزخرف:

کتب تفسیر میں اس سورت کی ایک آیت کا شان نزول ذکر کیا گیا ہے۔ جب قریش کے ایک سردار نے رسول ﷺ سے کہا کہ اگر ہم اور ہمارے بت جن کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ جہنم میں جائیں گے تو پھر آپ ﷺ کا حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کی نصاری عبادت کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ﴾ [4]

(اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے۔)

---

[1] الشوری:27

[2] الشیخ العلوان، الفواتح الالھیہ (اسکندریہ، دار رکابی، 2010ء)، 130

[3] الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی، (دار المغنی ریاض 1998) حدیث نمبر: 3517

[4] الزخرف:57

جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قریش کا حضرت عیسی علیہ السلام کی مثال پیش کرنا غلط ہے کیونکہ وہ تو اللہ کے بندے تھے اور انہوں نے نصاری کو اپنی عبادت کی کوئی تعلیم نہیں دی۔ یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات سے اعراض برتنے والے ہیں۔[1]

سورت الدخان

اس سورت مبارکہ کی بعض آیات کا شان نزول کتب تفسیر میں وارد ہوا ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے:

آیت اول: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [2]

(تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔)

جب قریش نے رسول ﷺ کی دعوت سے مسلسل بے اعتنائی برتی اور وہ اپنے کفر پر قائم رہے تو آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر دعا فرمائی کہ ان پر اس طرح قحط نازل ہو جیسا قومِ یوسف علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ دعا قبول کی گئی اور حجاز میں ایسا قحط آیا کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے۔ کمزوری اور لاغری سے جب وہ آسمان کی جانب دیکھتے تو انہیں اوپر دھواں محسوس ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اس صورتحال کو بتایا گیا ہے کہ قیامت والے دن بھی آسمان پر اسی طرح دھواں چھا جائے گا۔[3]

آیت ثانی: ﴿ إِنَّا كَاشِفُواْ ٱلعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُم عَآئِدُونَ ﴾ [4]

(ہم عذاب کو تھوڑا دور کر دیں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے۔)

جب قریش قحط میں مبتلا ہو گئے تو ان میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لیے سقایہ کی دعا فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی اور بارش نازل ہو گئی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم ان سے عذاب کو ٹالنے والے ہیں باوجود اس علم کے کہ وہ لوگ واپس شرک کی جانب پھر جائیں گے۔[5]

سورۃ الجاثیہ:

---

[1] الشیخ العلوان، الفواتح الالہیہ، 84

[2] الدخان: 10

[3] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن (دار الکتب العلمیہ، 2004)، 17/161

[4] الدخان: 15

[5] الثعلبی، احمد بن محمد، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن (بیروت، المکتبۃ العلمیہ، 1997ء)، 1/145

تفسیر کی کتب میں سورت الجاثیہ کی ایک آیت کا شان نزول ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾[1] (ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے)

جس میں مسلمانوں سے اللہ کو قرض دینے اور خیرات کرنے کی تلقین کی گئی ہے تو ایک یہودی نے سن کہا کہ ان کے رب کو مال کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو وہ تلوار لے کر یہودی کے پاس چل پڑے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ ﴾[2]

(تم ایمان والوں سے فرماؤ کہ ان لوگوں سے در گزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے)

آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالی یہ چاہتا ہے ایسے لوگوں کو جو ایمان نہیں رکھتے معاف کر دیا جائے۔[3]

سورت الاحقاف

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آپ ﷺ ایسی رزمین کی جانب ہجرت کر رہے ہیں جو پانی، کھجور اور درختوں والی ہے۔ جب آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ قریش کے ظلم سے نجات مل جائے گی۔ مگر جب وقت گزرتا گیا اور ہجرت کا حکم نازل نہیں ہوا تو صحابہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم کب ہجرت کریں گے؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴾[4]

(تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا؟ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔)

[1] البقرہ:245

[2] الجاثیہ:14

[3] الالوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ ، روح المعانی (بیروت، المکتبہ العلمیہ، 2000ء) 5/ 283

[4] الاحقاف:9

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو نبی اکرم ﷺ کی جانب سے یہ کہا گیا کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ یہ اللہ کی منشا ہے جب ہجرت کا حکم نازل کرے۔[1]

فصل دوم: حروف مقطعات تفاسیر اور لغتِ عرب میں

مبحث اول: حروفِ مقطعات کی تعریف اور تاویلات

مبحث دوئم: حروف مقطعات لغت عرب میں

مبحث سوئم: حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کا نقطہ نظر

مبحث چہارم: حروف مقطعات کے متعلق مستشرقین کی آراء اور مسلم روایت

[1] الالوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ ، روح المعانی، 5/290

فصل دوم:

حروف مقطعات تفاسیر اور لغتِ عرب میں

مبحث اول: حروفِ مقطعات کی تعریف اور تاویلات

یہ حروف اصطلاحاً مقطعات کہلاتے ہیں اور قرآن مجید کی 29 سورتوں کی ابتداء میں مذکور ہوئے ہیں۔ چونکہ انہیں تلفظ کے وقت الگ الگ پڑھا جاتا ہے اور یہ ایک لفظ کی طرح باہم ضم نہیں ہوتے بلکہ ہر حرف کی شناخت علیحدہ طور پہ قائم رہتی ہے، اس لیے انہیں مقطعات کہتے ہیں۔

حروف مقطعات کی کل تعداد 14 ہے گو کہ یہ قرآن مجید کی 29 سورتوں میں وارد ہوئے ہیں لیکن بہ حذف تکرار مرکب شکل میں چودہ ہی بنتے ہیں۔ بقیہ 15 سورتوں میں انہیں میں سے بعض کا تکرار ہوا ہے۔ اور وہ درج ذیل حروف تہجی پر مشتمل ہیں:

ان کی پانچ اقسام ہیں:

1- ان میں سے بعض احادی ہیں (ایک ہی حرف پر مشتمل)، یہ تین ہیں: ص، ق، ن۔

2- بعض ثنائی (دو حروف پر مشتمل) ہیں۔ یہ چار ہیں: طہ، یس، طس، حم۔

3- بعض ثلاثی (تین حروف پر مشتمل) ہیں۔ یہ تین ہیں: الم، الر، طسم۔

4- بعض رباعی (چار حروف پر مشتمل) ہیں۔ یہ دو ہیں: المص، المر۔

5- بعض خماسی (پانچ حروف پر مشتمل) ہیں۔ یہ دو ہیں: کھیعص، حمعسق۔

بعض حروف بول کر الفاظ مراد لینا دنیا کی تمام زبانوں میں مروج ہے۔ انگریزی زبان میں بھی یہ تصور خاصا رواج پاچکا ہے۔ انہیں انگریزی ادب میں Abbreviations (مخففات) کہتے ہیں۔ یہی مخففات مختلف علوم اور فنون میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ علم ریاضی میں Mathematical symbols علم کیمیا میں Formula علم موسیقی میں Musical signs اور قدیم وجدید زبانوں میں Alphabets رغیرہ کا تصور بہت مشہور و معروف ہے۔ بہت سارا علمی سرمایہ اس نوع کے حروف اور علامات واشارات کی صورت میں موجود ہوتا ہے[1]۔

حروف مقطعات کی تعبیر و تاویل:

حروف مقطعات کی تعبیر و تاویل کے بارے میں ائمہ تفسیر کے ہاں دو مذاہب پائے جاتے ہیں:[2]

پہلا مذہب:

حروف مقطعات کی تعبیر علم مستور اور سرِ محجوب ہے۔ یہ پردوں میں چھپا ہوا راز ہے اور علماء اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ یہ اسرار الٰہیہ اور متشابہات میں سے ہے۔ نہ اس کا کسی کو علم حاصل ہے اور نہ ہی اس کے حصول کی کوشش ضروری ہے۔ فقط اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس رائے کے ماننے والوں میں ان اہل علم کے نام نمایاں ہیں: شعبی، سفیان الثوری، ابو صالح، ابن زید، ابو ظبیان الکوفی، اور حاتم بن حبان۔

ان حضرات نے خلفائے اربعہ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی ہے۔ مثال کے طور پہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اللہ فی کل کتاب سر، وسرہ فی القرآن أوائل السور))[3]

(ہر آسمانی کتاب میں اللہ تعالی کے راز ہوتے ہیں اور قرآن میں اللہ تعالی کے راز سورتوں کے اوائل (یعنی حروف مقطعات) ہیں۔)

دوسرا مذہب:

---

[1] طاہر القادری، حروف مقطعات کا قرآنی فلسفہ (لاہور، منہاج پرنٹرز، 2009ء)، 42

[2] ابتہال محمد، الحروف المقطعہ فی القرآن الکریم (بیروت، دار الشروق، 2016ء)197

[3] 3 ابن حنبل، احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث نمبر: 1432

بے شک حروف مقطعات اللہ تعالی اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کے درمیان راز ہیں اور متشابہات میں سے ہیں۔ مگر کسی کو ان کی مراد معلوم نہ ہونے کا مطالب فقط یہ ہے کہ مفسرین کرام اور علماء آیات محکمات کی طرح از خود علوم وفنون کی مدد سے ان کے حقیقی معنی و مفہوم تک رسائی نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی عوام کے لیے ان کا فہم وادراک ضروری ہے۔

لیکن ان معانی ومفاہیم میں سے الراسخون فی العلم کو جتنا حصہ اللہ تعالی نے عطا فرماتے ہیں اس میں کوئی منع ثابت نہیں۔ اس لیے خواص پر ان کا علم ان کے حسب حال منکشف کیا جاتا ہے۔ یہ ائمہ تفرسی میں سے اکثریت کا مسلک ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر حروف مقطعات کچھ بھی علم کسی کو حاصل نہ ہوسکے تو پھر ان کے قرآن مجید میں اتارے جانے کا کوئی مقصد وفادیت نظر نہیں آتے۔ یہ بات کلام الہی کی شان اور اس وعدہ الہی کے منافی ہے۔

لہذا اصحابہ کرامؓ اور تابعین کے جن اقوال کی بنیاد پر پہلا مذہب تشکیل دیا گیا وہ دورسے مذہب سے متضاد نہیں ہے۔ ان کا مطلب صرف اپنے فہم وذکاء سے ان معانی تک رسائی کی نفی تھا۔ بارگاہ الوہیت سے وہب کی نفی ہر گز نہیں۔

مبحث دوم:

حروف مقطعات لغت عرب میں

اہل عرب کے قدیم شعری اور نثری نمونوں میں سے یہ تاریخی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قدیم عرب لغت اور عہد رسالت میں بھی یہ اسلوب کلام موجود تھا۔ اس دور میں ادبی شعبوں اور عام زندگی میں مختلف حروف کے ذریعے خاص معانی و مطالب بیان کیے جاتے تھے۔ چنانچہ دور جاہلیت میں عربوں کے اس اسلوب سے شناسا اور مانوس ہونے کی بنا پر ہی قرآن مجید نے حروف مقطعات کے انداز کو اپنایا اور یہ انداز علمی ادبی لحاظ سے اس دور کے مخالفین و منکرین کا ہدف تنقید نہ بن سکا۔ پھر خاص بات یہ ہے کہ کلام عرب میں متداول اسالیب بھی احادی سے خماسی تک ہی حروف کو جمع کرتے تھے۔ اس سے زیادہ کہیں بھی ان سے ثابت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے بھی ان حروف کو صرف پانچ اقسام تک محدود رکھا ہے، اس سے زیادہ نہیں بڑھایا تاکہ اسلوب غیر مانوس نہ لگے۔

اہل علم کے مطابق حروف مقطعات کا استعمال لغت عرب میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ بالخصوص شعراء کے ہاں اس کی نیریں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ نہ صرف یہ ہے کہ عربوں کے ہاں یہ اسلوب موجود رہا ہے بلکہ دیگر زبانوں میں بھی بہت پہلے سے اس طرح کے اسالیب کلام میں برتے جاتے رہے ہیں اور یہ فصاحت وبلاغت کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ یر فرق البتہ موجود ہے کہ حروف مقطعات کا استعمال قدیم ادب میں اسی انداز میں نہیں کیا جاتا تھا جیسا کے قرآن میں ہوا ہے۔

قدیم اہل لغت کے ہاں اس نوع کے اسالیب کے برتے جانے کے نظائر تلاش کرنے یا ان کے متعلق گفتگو کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھا جاسکے کہ کلام کے اندر اس طرز کا تخاطب اور انداز کوئی شاذ یا غیر معہود نہیں ہے بلکہ یہ فصاحت و بلاغت

کی علامت خیال کیا جاتا تھا اور یہ کسی طور غیر معہود یا شاذ طریق کلام نہیں ہے جس طرح کہ بعض مستشرقین نے ایسے طعن کیے ہیں کہ قرآن کریم کا یہ اسلوب شاذ اور غیر فصحی ہے جس کی لغت عرب میں کوئی مثال موجود نہیں ہے[1]۔

اگرچہ چند اہل علم ایسے بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ حروف مقطعات قرآن کریم کا اپنا امتیازی اسلوب ہے اور یہ اس سے قبل لغت عرب میں مستعمل نہیں تھا۔ ان علماء میں سر فہرست محمد شلتوت ہیں۔[2] ان کی رائے ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ لغت عرب میں اس کے استعمال نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ یہ اسلوب شاذ یا غیر فصیح ہے۔ کیونکہ جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں تو اس وقت کے معاشرے میں کسی بھی عرب اہل لغت نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا، بلکہ وہ اس سے متأثر ہوتے تھے۔ عرب سماج کے نامور شعراء اور لغوی اس وقت موجود تھے اور وہ قرآن کریم پر کئی حوالوں سے اعتراض کرتے تھے لیکن وہ اس کی فصاحت وبلاغت کے نہایت معترف تھے۔

اہل علم کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ حروف مقطعات کا استعمال عربوں میں بہت عام تھا۔ بالخصوص شاعری میں اس کی مثالیں تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اننا نجد العرب قد تکلمت بالحروف المقطعة نظماً لها ووضعاًبدل الکلمات الحروف منها"[3]۔

(ہمیں عربوں کے اسالیب کلام میں یہ اسلوب بھی ملتا ہے کہ وہ نظم و نثر میں حروف مقطعات کو استعمال کرتے تھے بجائے مکمل کلمات کے۔)

اسی طرز کلام میں ایک شاعر کا یہ شعر ہے:

"قلنا لها قفی فقالت قاف"[4]

(ہم نے اسے کہا کہ رک جاؤ تو اس نے جواباً کہا میں رک گئی۔)

اس مصرعے میں 'قاف' کا لفظ حرف مقطعہ ہے۔ یہ اصل میں وقفتُ تھا مگر شاعر نے پورے لفظ کی بجائے حرف مقطعہ کا استعمال کرتے ہوئے صرف قاف کہنے پر اکتفا کیا۔

اسی طرح ایک اور شاعر کا کہنا ہے:

---

[1] محمد الجارم، دراسات اسلوب القرآن (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2008ء)235

[2] ایضاً، 240

[3] محمد الجارم، دراسات فی اسلوب القرآن، 116

[4] عمر الفروخ، دیوان الشعر الجاہلی (القاہرہ، مکتبہ الخانجی، 1995ء)2/33

"بالخير خیراتِ ون شراً فاولا أریداشر یلا تا"[1]

(بھلائی کے بدلے میں بھلائی ہی کی جاتی ہے اور شر کے بدلے شر۔ میں شر کا ارادہ نہیں رکھتا، ہاں البتہ اگر تم چاہو تو پھر یہ ممکن ہے۔)

اس شعر کے پہلے مصرے میں فاصل میں مخفف ہے فشر کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کا آخری لفظ تا بھی اصل میں تشاء کا مخفف ہے۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"والشواهد فی هذا كثيرة فليس كونها فی القرآن مما تنكره العرب فی لغتها، فينبغی اذا كان من معهود كلام العرب ان يطلب تأويله ويلتمس وجهه"[2]۔

(اس باب میں شواہد وامثلہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قرآن کریم میں ان حروف کی موجودگی کو عرب اہل زبان نے عجیب نہیں سمجھا۔ لہذا اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جب یہ شاذ نہیں ہے اور اس سلوب کو با معنی انداز میں برتا جاتا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ قرآن کریم میں موجود ان حروف کی بھی تاویل و تعبیر میں غور وخوض کیا جاسکتا ہے۔)

ابن عطیہ اس سے یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ جب قرآن کریم کے نزول سے قبل یہ اسلوب عربوں میں معہود تھا اور اس طرح کے حروف کا کوئی مطلب ہوتا تھا تو اس سے یہ چیز بھی اخذ کی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم میں وارد ہونے والے حروف مقطعات بھی ایک معنی رکھتے ہیں جن کی تعبیر و تاویل پر اہل علم توجہ دے سکتے ہیں ان مستور حقائق کی کھوج لگائی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے اس سے کیا مراد لیا ہو گا۔

ایک اور عرب جاہلی شاعر کا شعر ہے:

"نادوهم الا تلجموا الا تا قالوا جميعاً كلهم ألا فا"[3]

(انہوں نے جانے والوں کو آواز دی اور کہار کو، کیا تم سوار نہیں ہو گے؟ ان سب سے جواب میں کہا سوار ہو جاؤ۔)

---

[1] ایضا ، 247/2

[2] محمد عبد الخالق عضیمہ ، دراسات فی اسلوب القرآن الکریم،178

[3] عمر الفرخ، دیوان الشعر الجاہلی، 50/3

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں فا سے مراد فارکبوا ہے، جو مضارع کا ضیغہ ہے۔ جبکہ دوسرے مصرعہ میں فا سے مراد فارکبوا ہے جو امر کا ضیغہ ہے۔ ان دونوں مصرعوں میں شاعر نے حروف مقطعہ کا استعمال کیا ہے جو اس وقت کے ادبی ماحول میں غیر شاذ نہیں سمجھے گئے۔

اس طرح کا اسلوب کلام امرِی القیس کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔

امام قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی طرح کا کلام پیش کرتے ہوئے عرب شعراء سے استشہاد پیش کیا ہے کہ یہ اسلوب کلام عربی لغت میں شاذ یا غیر معہود نہیں ہے بلکہ مشہور و معروف تھا۔ قرآن کریم میں حروف مقطعات کے ورود پر اہل زبان کی خاموشی کی ایک وجہ یہ تھی کہ ایسا اسلوب ان کے لیے عجیب یا شاذ نہیں تھا۔[1]

امام طبری نے اپنی تفسیر جامع البیان میں فرمایا ہے کہ کسی لفظ کے اصل حروف سے بعض کو اس طرح نکال دیا جائے کہ اس سے کوئی لبس پیدا نہ ہو اور معنی کو سمجھنے میں بھی زیادہ دشواری نہ ہو تو یہ جائز ہے اور کلام عرب میں اس کو فصاحت و بلاغت کا معیار متصور کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح اگر لفظ کے اندر بعض حروف کو زیادہ کر دیا جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔[2]

اسلام سے قبل حروف مقطعہ کا استعمال اور اس نوع کا اسلوب کلام نہ صرف یہ کہ عربی شعر و ادب میں معروف تھا بلکہ اس وقت کے دینی ادب میں بھی اس کو خاصی اہمیت حاصل تھی۔ نصاری اور یہود حروف کو عددی معنوں میں استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کو حسابِ جمل کا نام دیا جاتا تھا اور یہ ابھی تک یہود و نصاری کے دینی ادب میں استعمال ہوتا آرہا ہے کہ حروف سے وہ خاص عدد مراد لیتے ہیں[3]۔

---

[1] القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، تفسیر قرطبی، 8/90

[2] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، 16/254

[3] علی ابراہیم، البرہان فی علوم القرآن (القاہرہ، دار الفکر، 2003ء) 81

مبحث سوم:

حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کا نقطہ نظر

یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی بھی تاریخ کی کتاب میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ دورِ جاہلیت کے عرب یا مشرکین نے قرآن کی بہت سی سورتوں میں وارد حروف مقطعات پر کوئی اعتراض کیا ہو، یا ان کا مذاق اڑایا ہو۔ یہ اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ وہ لوگ حروف مقطعات کے اسرار سے بالکل بے خبر نہیں تھے۔

قرآن مجید انھیں الفابیٹ اور الفاظ سے مرکب ہیں جو سب بولتے ہیں، لیکن اس کے الفاظ اتنے مناسب اور اتنے عظیم معنی لیے ہوئے ہیں کہ جو انسان کے دل و جان میں اثر کرتے ہیں۔ روح پر ایک گہرا اثر ڈالتے ہیں، جن کے سامنے افکار اور عقول تعظیم کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس کے جملے عظمت کے بلند درجہ پر فائز ہیں اور اپنے اندر معنی کا گویا ایک سمندر سموئے ہوئے ہیں جس کی کوئی مثل و نظیر نہیں ملتی۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

﴿ الٰرٰ. كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُہ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ [1]

(الرٰ یہ وہ کتاب ھے جس کی آیتیں محکم بنائی گئی ھیں اور ایک صاحب علم و حکمت کی طرف سے تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی)

﴿ طٰس. تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ﴾ [2]

---

[1] ہود:1

[2] النمل:1

(طس، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں)

﴿الم-تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ﴾ [1]

(الم، یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیتیں ہیں)

﴿المص. كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْکَ﴾ [2]

(المص، یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے)

مفسرین کرام یہ نکتہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ممکن ہے قرآن کریم میں حروف مقطعات بیان کرنے کا دوسرا مقصد یہ ہو کہ سننے والے متوجہ ہو جائیں اور مکمل خاموشی کے ساتھ سنیں، کیونکہ گفتگو کے شروع میں اس طرح کے جملے عربوں کے درمیان توجہ طلب اور تنبیہی تھے، جس سے ان کی توجہ مزید متکلم کی جانب مبذول ہو جاتی تھی، اور مکمل انہماک سے سنتے تھے۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ جن سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آئے ہیں وہ سب مکی سورتیں ہیں، وہاں پر مسلمان اقلیت میں تھے، اور پیغمبر اکرم ﷺ کے دشمن تھے۔ وہ آپ کی باتوں کو سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے تھے۔ کبھی کبھی اتنا شور و غل کیا کرتے تھے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی آواز تک سنائی نہیں دیتی تھی، جیسا کہ قرآن مجید کی بعض آیات اسی چیز کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اس لیے حروف مقطعات کا ورود ممکن ہے اس لیے بھی ہو کہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جا سکے تاکہ دعوت کا پیغام پہنچ سکے۔ حروف مقطعات دراصل اسماء باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہیں جیسے سورہ اعراف میں المص کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ "الله المقتدر الصادق "(میں صاحب قدرت اور سچا پروردگار ہوں)۔ اس لحاظ سے چاروں حرف خداوند عالم کے ناموں کی طرف اشارہ ہیں ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں وارد ہونے والے حروف مقطعات بھی حساب جمل ہیں، جس طرح کہ یہود و نصاری کی کتب میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ یہ رائے عصر حاضر کے چند علماء کی ہے۔ ان میں سے ایک مفسر د مصنف ڈاکٹر بساج جرار نمایاں ہیں۔ [3]

مگر امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ان رموز اور قرآن کے حروف مقطعات کے مابین کوئی ربط موجود نہیں ہے۔

---

[1] لقمان:1

[2] الاعراف:1

[3] علامہ طاہر القادری، حروف مقطعات کا قرآنی فلسفہ، 61-63

"اگر اللہ تعالی کی مراد کسی ایک معنی کا بیان ہوتا تو اس کے لیے حروف مقطعات کو نازل کرنے کی حاجت نہ تھی۔ حروف مقطعات احتمالی طور پہ کئی معانی اور مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایک معنی مقصود ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو اس کی شرح فرمادیتے۔ آپ ﷺ کی اس حوالے سے خاموشی سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ نہ حساب جمل کی طرح کے کوئی رموز ہیں اور نہ ہی کوئی ایک معنی و مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔"[1]۔

اسی طرح ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں ان حضرات کا رد کیا ہے جو حروف مقطعات کو ایسے رموز سمجھتے ہیں جو اعداد اور تواریخ پر دلالت کرتے ہوں اور جن سے ملاحم وفتن کے خروج پر قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں جیسا کہ یہود ونصاری کرتے ہیں۔[2]

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں ابن کثیر کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی تھی جو حروف مقطعات کو اعداد کے رموز خیال کرتے تھے"۔[3]

حروف مقطعات کا قرآن کریم میں استعمال اس لیے شاذ نہیں تھا کہ یہ عربوں کے شعر و خطب میں بہت زیادہ وارد ہوتے تھے۔ گویا یہ اللہ تعالی کی جانب سے ایک تحدی بھی تھی کہ کلام الہی اسی اسلوب اور انہی الفاظ میں نازل ہو رہا ہے جو اس وقت کے اہل زبان میں غیر معہود نہیں تھا۔ یوں قرآن کریم اور عربوں کا زبان وادب یک ہی جیسے کلمات والفاظ کی ترکیب سے مرصع تھا۔ اس لیے یہ چیلنج تھا کہ جب قرآن کریم اسی زبان ولغت میں نازل ہو رہا ہے جو وہ روزمرہ میں اور ادبی مجالات میں بولتے ہیں تو پھر وہ اس طرح کا کلام کیوں نہیں بناسکتے کہ وہ اگر اس پر ایمان نہیں رکھتے تو اس جیسے کلام کی ترکیب سے عاجز کیوں ہیں؟ اس کے باوجود ان لوگوں کی خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ اپنے وقت کے۔ فصیح وبلیغ اہل زبان کو علم الیقین تھا کہ یہ کلام جو محمد ﷺ ان کو سنا رہے ہیں یہ کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ کسی ایسی عظیم الشان ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو ماوراء صفات کی حامل ہے[4]۔

---

[1] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، 10/ 275

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2009ء) 1/ 447

[3] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن (القاہرہ، دار احیاء التراث، 1988ء) 264

[4] محمد حنیف، حروف مقطعات (لاہور، عکس پبلی کیشنز، 2017ء)، 75

مبحث چہارم:

حروف مقطعات کے متعلق مستشرقین کی آراء اور مسلم روایت

اسلام کے متبعین جہاں اسلامی تعلیمات کی حفاظت کرتے رہے ہیں وہاں متعصبین اور منکرین دین اسلامی تعلیمات کی من مانی تاویلات اور توجیحات پیش کر کے دین حق کی راہ مسدود کرنے کی سعی لاحاصل کرتے رہے ہیں۔ مستشرقین جس طرح قرآن مجید کے دیگر پہلوؤں کو اپنی تحقیق اور پھر اس کے بعد بے جا اعتراضات کا نشانہ بناتے رہے ہیں اسی طرح قرآن پاک کی سورتوں کے آغاز میں موجود حروف مقطعات بھی ان کی تنقید سے محفوظ نہیں رہ پائے۔ انھوں نے حروف مقطعات کے حوالے سے من چاہے اور بے بنیاد نظریات پیش کیے۔ جس پر نہ صرف وہ خود اختلافات کا شکار ہوئے بلکہ کسی نتیجے پر بھی نہیں پہنچ پائے۔ حروف مقطعات پر جن مستشرقین نے کام کیا ان میں نولڈیکے اور آٹو لوتھ بھی شامل ہیں۔ بلکہ ان دونوں کو ایسے مستشرقین میں شمار کیا جاتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے حروف مقطعات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ بعد کے مستشرقین جنھوں نے حروف مقطعات کو موضوع بحث بنایا ان کے نقطہ نظر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

مستشرقین کی حروف مقطعات کے حوالے سے پیش کردہ آراء قرآن مجید کے حوالے سے شکوک و شبہات کے پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ یہ قرآن کی حقانیت اور الہامیت کی نفی کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔ مستشرقین کی حروف مقطعات کے بارے میں آراء کے مطالعہ سے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا ان آراء کا جائزہ لینا اور ان کا

تجزیاتی مطالعہ کرنا تحقیقی لحاظ سے سود مند ثابت ہو گا۔ اس تحقیقی مقالہ میں مستشرقین میں سے ایک اہم مستشرق نولڈیکے جنھوں نے حروف مقطعات کے حوالے سے اپنے موقف کا اظہار کیا ان کے نقطہ نظر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

نولڈیکے کا قرآنی حروف مقطعات کے حوالے سے ابتداء میں موقف یہ تھا کہ ہم ان حروف مقطعات کی اصلی غایت اور حقیقت کو نہیں پا سکتے اور انھوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ ان حروف کی حقیقت تک پہنچنے کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ حروف مقطعات کا تعلق قرآن مجید کی تدوین کے ساتھ ہے۔ اس حوالے سے کچھ بھی کہنا دراصل قرآن کی تدوین پر بات کرنا ہے اور اس کوشش کے بعد ہم جس بھی نتیجے پر پہنچیں گے اس سے قرآن کی تدوین کے حوالے سے ہمارے نقطہ نظر پر ضرور اثر پڑے گا۔ ان کا یہ بھی ماننا تھا کہ ان حروف کی ابتداء نبی کریم ﷺ سے نہیں ہوئی ہے۔ یہ حروف آپ کے دور میں موجود نہیں تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے ہم اس بات کی توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ جس کتاب کے الہامی ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اسے کلام الٰہی قرار دیتے ہیں جو کہ سب کے لیے ہے تو وہ اس میں کچھ ایسے حروف کا اضافہ کر دیں جن کا مفہوم واضح نہ ہو اور وہ لوگوں کے لیے ایک معمہ بنے رہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"It has not been possible to find definite facts about the meaning of the logograms, particularly as this would have undoubtedly led to important conclusions regarding the composition of the Koran. They do not originate from Muhammad at all because it would indeed be strange if he had put such unintelligible signs in front of his revelation which, after all, were intended for everyone."[1]

(لوگوگرام کے معنی کے بارے میں قطعی حقائق کا پتہ لگانا ممکن نہیں ہے، خاص طور پر کیونکہ اس سے بلاشبہ قرآن کی تشکیل کے حوالے سے اہم نتائج اخذ کیے گئے ہوں گے۔ یہ بالکل بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں نکلے ہیں کیونکہ یہ واقعی عجیب ہو گا اگر وہ اپنی وحی کے سامنے ایسی ناقابل فہم نشانیاں رکھ دی تھیں جو آخر کار سب کے لیے مقصود تھیں)

مستشرقین کے مطابق حروف مقطعات وحی الٰہی کا حصہ نہیں ہیں۔ ان کو بعد میں قرآن کے متن میں شامل کیا گیا ہے لیکن مستشرقین کے تمام دعووں کے برعکس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حروف مقطعات دراصل قرآن کے متن کا ہی حصہ ہیں۔ لاتعداد ایسے ثبوت اور شواہد موجود ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قرآن کا متن نہ تو نبی کریم ﷺ کا تیار کردہ تھا اور نہ ہی یہود و نصاری کی کتابوں سے چرایا ہوا۔ یہ حروف وحی الٰہی کا حصہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید کی صورت میں نازل فرمایا تھا۔ قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر اس بات کا اقرار اور اشارہ

---

[1] Theodor Noldeke, *The History of the Quran*, ed. Wolfgang H. Behn (Leiden: Brill, 2013), 270

موجود ہے کہ یہ کلام اللہ کا نازل کردہ ہے۔ مستشرقین کی ان قیاس آرائیوں کے برعکس قرآن مجید نے اپنے کلام الہٰی ہونے پر کھلے حقائق پیش کیے ہیں اور لوگوں کو خود فیصلہ کرنے کو کہا ہے کہ حقائق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جیسا کہ سورۃ یونس کی آیت نمبر 16 میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [1]

(کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کے نزول کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ یہ کلام کسی انسان کا تخلیق کردہ نہیں ہے اسے رسول خدا ﷺ نے خود سے نہیں گھڑا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روح القدس کے ذریعے نازل فرمایا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر 101 سے 103 تک اسی مضمون کا بیان ہے:

﴿ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ-وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ﴾ [2]

(جب ہم کوئی آیت کسی دوسری آیت کی جگہ بدل کر لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تو تو گھڑ کر لانے والا ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہو۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی ہی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان، جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔)

جیسے اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ قرآن مجید اور حروف مقطعات وحی الہٰی کا حصہ ہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوتی رہی اسی طرح اس بات کے واضح اور ناقابل تردید دلائل موجود ہیں کہ قرآن پاک کا متن ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہا ہے نزول وحی کے فوراً بعد اسے لکھ لیا جاتا تھا۔

---

[1] یونس::16

[2] النحل:101-103

((حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپؐ کی ران میری ران پر تھی میں نے آپ ﷺ کی ران سے زیادہ وزن کسی چیز کا محسوس نہیں کیا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: لکھو، پس میں نے شانے کی ایک ہڈی پر لکھا۔))[1]

((اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں۔))[2]

نزول قرآن کے آغاز سے ہی صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کر لیتے۔ ایک بڑی جماعت حفاظِ کرام کی حضور ﷺ کی زندگی ہی میں منظر عام پر آگئی جن میں چاروں خلفاء راشدین؛ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام تاریخ میں محفوظ رہ گئے، یہ سب مہاجرین میں سے ہیں اور انصار میں سے جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں حفظِ کلام پاک مکمل کیا ان کے نام یہ ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حفظِ کلام پاک مکمل کیا۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حفظِ قرآن پاک مکمل کرنے والوں کی تعداد کافی تھی حتی کہ بئر معونہ کا جو واقعہ پیش آیا اس میں ۷۰ قراء کی جماعت شہید ہوئی۔[3]

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، حدیث نمبر: 3033

[2] ایضا، حدیث نمبر: 3086

[3] عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان (دمشق، دار احیاء التراث العربی، 2001ء) 3/174

اسی طرح عہد نبوی میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے کے شواہد موجود ہیں۔ متعدد ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان میں حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دورہ کیا کرتے تھے اور آخری رمضان المبارک میں آپ ﷺ نے دو مرتبہ دورہ قرآن فرمایا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔[1]

یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہد نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اور ان سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہد نبوی میں معروف تھے۔ یہی حال ان سورتوں کا بھی ہے جن کے آغاز میں حروف مقطعات موجود ہیں۔

جب کہ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام نے قرآن سیکھا اور ان کی زندگی میں ہی اسے دہرایا کرتے تھے۔ تو یہ کیسے ممکن تھا کہ حروف مقطعات بعد میں اس میں شامل کر دیئے جاتے اور کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوتا۔ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی جس میں حروف مقطعات پر یہ سوال اٹھایا گیا ہو کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ پس یہ تمام حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا، یا اس میں ردوبدل ہونا یا کسی شے کا اضافہ ہونا محال تھا۔

حروف مقطعات قرآن مجید کا روز اول سے ہی حصہ تھے اس کا ثبوت ان روایات سے بھی ملتا ہے جن میں نبی کریم ﷺ ان سورتوں کے پڑھنے کی صحابہ کرام کو تلقین کیا کرتے تھے یا پھر خود ان سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان سورتوں کی پہچان بھی ان کے آغاز میں موجود حروف مقطعات سے کی جاتی تھی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((لَقَدْ تَعَلَّمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: عِشْرُونَ سُورَةً مِنْ أَوَّلِ المُفَصَّلِ عَلَى تَأْلِيفِ ابْنِ مَسْعُودٍ، آخِرُهُنَّ الحَوَامِيمُ: حم الدُّخَانِ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ۔))[2]

(میں ان مماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن کی دو دو سورتیں حضور اکرم ﷺ ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔ لوگوں نے علقمہ سے ان سورتوں کو دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ابن مسعود کی ترتیب کے مطابق اول مفصل میں سے بیس سورتیں آخری (سورتیں) حم الدخان اور عم یتساءلون ہیں۔)

---

[1] نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، حدیث نمبر: 10274

[2] البخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (قاھرہ: دار المنھاج، 2002ء) حدیث نمبر: 4078

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید میں تغیر کے الزام کے حوالے سے امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہو گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ پھر قرآن جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس میں اس قسم کی تبدیلی کوئی کیوں کر کر سکتا ہے۔[1]

باب دوم: حوامیم سورتوں کے اُسلوبی خصائص

فصلِ اول: حوامیم سورتوں میں موضوعاتی وحدت

فصلِ دوم: حوامیم سورتوں میں دعوتی اسالیب

فصلِ سوم: حوامیم سورتوں میں کفار کے ساتھ طرزِ تخاطب اور تنبیہ کی شکلیں

[1] حافظ محمود اختر، حفاظت قرآن اور مستشرقین، (لاہور، دینیات پبلشرز، 2007ء)365

فصلِ اول:

حوامیم سورتوں میں موضوعاتی وحدت

حوامیمؒ قرآن کریم کی سورتوں کا ایسا مجموعہ ہے جن کے مابین بہت سارے لفظی، معنوی اور بلاغی مشترکات پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پہ اگر ان سورتوں کی پہلی آیات کا ہی جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے ان میں حروف مقطعات کے ساتھ کئی دیگر حوالوں سے بھی تشابہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ حوامیم سورتوں کے خصائص و مشترکات کے بارے میں غور کرتے ہوئے جو چیز سب سے پہلے سامنے آتی ہے وہ ان کے فواتح ہیں۔

- ان کی ابتدائی آیات کے درمیان پایا جانے والا تشابہ اتفاقی نہیں ہے۔ اس نوع کی مماثلت قرآن حکیم کی دیگر سورتوں میں نہیں ملتی۔ ان فواتح کو سامنے رکھتے مماثلت اور تشابہ کی جو جہات سامنے آتی ہیں وہ لفظی کے ساتھ موضوعاتی بھی ہیں۔ ان کی تفصیل

یہ ہے:

(1) یہ تمام فواتح ایک ہی جیسے حرفِ مقطعہ "حٰم" سے شروع ہوتے ہیں۔

(2) ان میں سے تین سورتوں کے فواتح حٰم کے بعد آیت:

(3) ﴿ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ﴾ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

(4) ان سب فواتح میں حٰم کے بعد قرآن کریم کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کے شروع میں جہاں جہاں حروف مقطعات آئے ہیں ان میں سے 24 مقامات پر فواتح میں قرآن کی عظمت بیان کی گئی ہے، جو اس بات کی دلیل ھے کہ ان دونوں (عظمت قرآن اور حروف مقطّعہ) کے درمیان ایک خاص تعلق ہے۔

(5) ان میں سے دو سورتوں میں حٰم کے بعد آیت "والکتاب المبین" وارد ہوئی ہے۔

(6) آخری دو سورتوں میں ایک اسمِ ربانی "الحکیم" استعمال ہوا ہے[1]۔

ان سورتوں کے فواتح اس طرح ہیں:

غافر: ﴿حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ [2]

فصلت: ﴿حٰمٓ تَنْزِیلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴾ [3]

الشوری: ﴿ حٰم عسق كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [4]

الزخرف: ﴿ حٰم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴾ [5]

الدخان: ﴿ حٰم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴾ [6]

الجاثیہ: ﴿حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ [7]

الاحقاف: ﴿ حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ [8]

❖ حوامیم سورتوں کے موضوعاتی پہلو کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان سب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہے اور اس کے ضمن میں جہاں کفار کو وعید سنائی گئی کہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے آل فرعون کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا وہیں مسلمانوں کو ہمت بھی دلائی گئی کہ جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے انہیں نعمتوں سے نوازا گیا اور اور ان کی مدد کی گئی۔ مثال کے طور پہ سورت غافر میں ایک جگہ وارد ہوا:

---

[1] الطیار، عبداللہ بن محمد، الآیات المتشابہات حکم واسرار وفوائد (الریاض، دار التدمریہ، 2012ء) 475

[2] غافر: 1–2

[3] فصلت: 1–2

[4] الشوری: 1–3

[5] الزخرف: 1–2

[6] الدخان: 1–2

[7] الجاثیہ: 1–2

[8] الاحقاف: 1–2

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنا مُوسى بِآياتِنا وَسُلْطانٍ مُبِينٍ- إِلى فِرْعَوْنَ وَهامانَ وَقارُونَ فَقالُوا ساحِرٌ كَذَّابٌ-فَلَمَّا جاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنا قالُوا-اقْتُلُوا أَبْناءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِساءَهُمْ وَما كَيْدُ الْكافِرِينَ إِلاَّ فِي ضَلالٍ﴾[1]

(اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔ پھر جب وہ اُن پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے اُن کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اور کافروں کا داؤ نہیں مگر بھٹکتا پھرتا۔)

سورت فصلت میں اس واقعے کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ-آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ-بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾[2]

(اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ اس کی طرف سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔)

سورت شوریٰ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ-إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا-تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ-وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾[3]

(اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔)

سورت زخرف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کو دعوت دینے کا بیان وارد ہوا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ-فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[4]

---

[1] غافر: 23،24،25

[2] فصلت: 45

[3] الشوریٰ: 13

[4] الزخرف: 46

(اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تھا، چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ: "میں ربّ العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔)

سورت الدخان میں قوم فرعون کی آزمائش کا ذکر آیا ہے:

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ [1]

(اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں اور ان کے پاس ایک عزت والا رسول بھی آیا تھا۔ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کر دو، بے شک میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں)

اسی طرح سورت احقاف بھی اس واقعے کے ذکر سے خالی نہیں ہے:

﴿وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَى لِلْمُحْسِنِينَ﴾ [2]

(اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے تصدیق کرنے والی عربی زبان میں تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیک کاروں کو بشارت ہو۔)

- حوامیم سورتوں کی اور مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وقفے وقفے سے اُمت مسلمہ کو واضح انداز میں یا اشارتاً یہ ہدایت کی گئی ہے کہ انہیں تفرقہ میں نہیں پڑنا چاہیے اور اپنی وحدت کو کسی طور ٹوٹنے نہیں دینا چاہیے۔ اس ضمن میں کہیں پہلے انبیاء کے قوموں سے بھی مثالیں دیں گئیں جن سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ تفرقہ اور پھوٹ انتشار کو جنم دیتے ہیں اور امت کی اجتماعی وحدت کو خطرے میں ڈالتے ہیں جس کا فائدہ کفار کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورت فصلت میں فرمایا گیا:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾ [3]

سورت الشوریٰ میں مسلمانوں کو خطاب کر کے حکم دیا گیا کہ اگر تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں حل کر لو:

﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُه اِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ [4]

---

[1] الدخان: 17-18
[2] الاحقاف: 12
[3] فصلت: 45
[4] الشوری: 10

سورت زخرف میں حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات مبارکہ کے حوالے اشارتاً تعلیم دی گئی کہ تفرقہ نقصان دہ ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾
[1]

سورت جاثیہ میں مؤمنین کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ تفرقہ سے احتراز کرتے ہیں:

﴿وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ [2]

- موضوعات کے لحاظ سے حوامیم سورتوں کے درمیان یہ تشابہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سب میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ صبر اور انتظار سے کام لیں۔ سورت غافر میں اللہ تعالی نے اپنی صفات کے ضمن میں فرمایا:

﴿غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذي الطول﴾ [3]

اسی سورت میں آگے چل کر آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر سے کام لیں:

﴿فاصبر إن وعد الله حق ﴾ [4](تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے)

سورت الدخان میں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ ﷺ ان سے اعراض برتیں، قیامت کے دن وہ سب جان لیں گے:

﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ [5]

سورت الجاثیہ میں ان الفاظ کے ساتھ مسلمانوں کو تعلیم دی گئی کہ وہ اعراض سے کام لیں:

﴿قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [6]

(ایمان والوں سے فرماؤ درگزریں اُن سے جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دے)

سورت الاحقاف میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار سے ایسے اعراض کیجیے جیسا کہ پہلے انبیاء نے کیا:

---

[1] الزخرف: 63
[2] الجاثیہ: 15
[3] غافر: 3
[4] غافر: 15
[5] الدخان: 89
[6] الجاثیہ: 14

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [1]

(تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن وہ دیکھیں گے اسے جس کی وعید انہیں سنائی جاتی ہے (تو سمجھیں گے کہ) گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ ایک تبلیغ ہے تو نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں۔)

❖ موضوعاتی وحدت کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے ایک نمایاں ربط سورتوں کے اواخر وابتداء کے درمیان مضامین کی نوعیت کا ہے[2]۔

اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

بعض اوقات کسی سورت کے اواخر میں ایک موضوع کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مگر اس کی وضاحت اگلی سورت میں وارد ہوتی ہے، یا یہ کہ کسی آیت کے اواخر میں ایک مدعا ذکر کیا جائے مگر اس کی دلیل اگلی سورت میں مذکور ہوتی ہے[3]۔

اس کی مثال سورت الشوری اور الزخرف کے درمیان تعلق کی نوعیت ہے۔ سورت الشوری کے اواخر میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾ [4]

(آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اولاد کی جنس کے حوالے سے اپنی قدرت عالیہ کا بیان فرمایا ہے کہ وہ جسے چاہے اپنی مرضی سے نواز دیتا ہے۔ کسی کو بیٹا کسی کو بیٹی جبکہ کسی کو دونوں عطا کرتا ہے۔ اسی سے متعلقہ مضمون کی وضاحت سورت زخرف میں وارد ہوئی ہے جس میں فرمایا فرمان الہی ہے:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ﴾ [5]

---

[1] الاحقاف:35

[2] ابراہیم بسیونی، لطائف الاشارات (قاہرہ، کتبۃ التراث، 2012ء)118

[3] السیوطی، جلال الدین، مراصد المطالع (مکہ، المکتبۃ المکیہ، 1998ء)153

[4] الشوری:49

[5] الزخرف:17

امام ثقفی رحمہ اللہ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:"فکمل الواقع ھنا بما تعلق به"[1]
(اس آیت کے ذریعے سابقہ سورت کی بات کو مکمل کر دیا گیا جو اس سے مربوط ہے)۔
اسی طرح سورت شوری کی ایک آیت ہے جس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالی لوگوں میں مال و دولت کی فراوانی کر دے تو وہ زمین پر فساد کرنے والے بن جائیں:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾[2]

اسی مضمون کو اگلی سورت الزخرف میں آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ دیکھ کر کفر پر مجتمع ہونے لگیں گے تو کفار کو اتنا مال و دولت دیا جاتا کہ ان کے گھر کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دی جاتی جن پر وہ چڑھتے:

﴿وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ﴾[3]

- لفظی اور ظاہری اعتبار سے انسجام نظمی اور اشتراک کا عنصر بھی حوامیم کا نمایاں وصف ہے جو موضوعاتی وحدت کو ہی نمایاں کرتا ہے۔ ان سورتوں میں لفظی اعتبار سے تشابہ آیات کا بکثرت ورود ہوا ہے جو معنوی اور بلاغی پس منظر میں جمالیاتی مظہر کو عیاں کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

سورت غافر میں لفظی اعتبار سے تشابہ آیات کی کئی انواع ہیں، ان میں سے ایک قسم میں یہ تین آیات نمایاں ہیں:

پہلی آیت:

﴿خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾[4]

دوسری آیت ہے:

﴿إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾[5]

جبکہ اس مجموعے کی تیسری آیت یہ ہے:

---

[1] ثقفی، احمد بن ابراہیم، البرہان فی تناسب القرآن (بیروت، دار الشروق، 2007ء) 161
[2] الشوری: 27
[3] الزخرف: 33
[4] غافر: 57
[5] غافر: 59

﴿ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾ [1]

یہ تینوں آیات کسی نہ کسی صفت کی انسانوں سے نفی پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ وہ تین صفات علم، ایمان اور شکر ہیں کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے، ایمان نہیں لاتے اور شکر گزاری کا عمل انجام نہیں دیتے۔ پہلی آیت میں نفی خلقِ اکبر اور خلقِ اصغر کے سیاق میں وارد ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جسے ہر غور و فکر کرنے والا جان سکتا ہے۔ دوسری آیت میں نفی علمِ غیب کے سیاق میں آئی ہے کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں جس کا علم پوردگار باری تعالی کو حاصل ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ جبکہ تیسری آیت میں سیاق اللہ تعالی کی نعمتیں ہیں جن کا اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اسی طرح سورت فصلت میں بھی تشابہ واشتراک لفظی کی یہ نوع مختلف آیات کے مابین نمایاں نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پہ یہ دو آیات ہیں: ﴿ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ﴾ [2]

(آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہو جاتا ہے)

﴿ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾ [3]

(اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے۔)

ان دونوں آیات کے اندر لفظی تشابہ واشتراک واضح ہے۔

اس نوع کے اشتراک کی مثالیں حوامیم سورتوں کے مابین باہم بھی بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے۔ سورت زخرف میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَقَالُواْ لَوْ شَاءَ ٱلرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَٰهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ 4

(اور ان سے جواب طلب ہو گا اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم اُنہیں نہ پوجتے اُنہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں)

---

[1] غافر: 61

[2] حم السجده: 49

[3] ایضا: 51

[4] الزخرف:20

اسی اسلوب میں ایک آیت سورت الجاثیہ میں نازل ہوئی ہے:

﴿وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ [1]۔

(اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں۔)

ان دونوں آیات کا اسلوب ایک جیسا ہے۔ اس میں کفار کے دو مزاعم کی نفی کی گئی اور کہا گیا ہے کہ وہ اس دعوے میں جھوٹ بولتے ہیں۔ البتہ پہلی آیت میں "یخرصون" کا لفظ استعمال کیا گیا جبلکہ دوسری آیت میں "یظنون" وارد ہوا ہے۔ مفسرین اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلی آیت میں کفار کے اس دعوے کی تردید مقصود تھی کہ معاذاللہ فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا کہ وہ صریح اور مکمل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ جبکہ دوسری آیت میں ان کے اس دعوے کی تردید مقصود تھی جس میں وہ کہتے تھے کہ ہم بلاشبہ مریں گے اور دوبارہ اٹھائے جائیں گے، لیکن ہمیں دوبارہ زمانہ (دہر) مبعوث کرے گا۔ ان کے اس دعوے میں پہلی بات درست ہے کہ وہ اٹھائے جائیں گے لیکن دوسرا حصہ جھوٹ ہے۔ اس پس منظر میں مذکورہ دعوے کی تردید کے لیے یظنون کے لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔[2]

- حوامیم سورتوں کے درمیان ایک خصوصیتِ مشترکہ یہ بھی ہے کہ ان سب کی ابتداء اور نہایت کے مابین معنوی و موضوعاتی اعتبار سے ایک ربط موجود ہوتا ہے۔[3]

مثال کے طور پہ سورت غافر کے ابتدائی حصے میں یہ آیت وارد ہوئی ہے:

﴿فَٱدْعُوا ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ [4]

(تو اللہ کی بندگی کرو، خالص اسی کے بندے بن کر، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو)

اس میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی ذات سے رجوع کریں اور اس سے دعا مانگتے رہیں۔ عین یہی مضمون سورت کے آخری حصے میں بھی وارد ہوا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [5]

---

[1] الجاثیہ:24

[2] الکرمانی، محمود بن نصر، البرھان فی تشابہ القرآن (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2001ء) 224

[3] محمد ابو موسی، من اسرار التعبیر القرآنی (القاہرہ، مکتبہ وہبہ، 2014ء) 2/96

[4] غافر: 14

[5] غافر: 60

(اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا)

اس آیت میں فرمایا گیا کہ مجھ سے طلب کرو اور مانگو، میں قبول کروں گا۔

اسی ضمن میں ایک مثال سورت احقاف کی بھی ہے۔ اس کے پہلے حصے میں خلقِ ارض و سما کی بات کی گئی ہے:

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ﴾ [1]

(ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی اور ایک مقررہ مدت تک (کیلئے) بنایا اور کافر اس چیز سے منہ پھیرے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔)

اور اس سورت مبارکہ کی نہایت بھی اسی مضمون پر ہوئی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحْـِۧىَ ٱلْمَوْتَىٰ بَلَىٰٓ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾ [2]

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں، بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے۔)

یہ حوامیم سورتوں کے خصائص اور بعض مشترکات کی کچھ مثالیں ہیں جن کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ موضوعاتی اور منہجِ مکالمہ کے لحاظ سے ان کے کچھ مزید مشترکات ہیں جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، مثال کے طور پہ:

- ان سورتوں میں کفار کے ساتھ طرزِ تخاطب میں ان کے کبر و نخوت کی صفت کو بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔ واقعات کے ضمن میں بھی اور مکالماتی و تنبیہی بیان کے دوران بھی۔ اس طرزِ تخاطب اور کفار کی اس خاص صفت کا بیان مختلف پیرائے میں وارد ہوا ہے، جو کہیں ترغیب کے پیرائے میں ہے، کہیں استدلالی طرزِ کلام میں اور کہیں ترہیب کے پیرائے میں۔
- قرآن کریم میں جو استدلالی اسالیب اختیار کیے گئے وہ چار قسم کے ہیں: نقلی، منطقی، مشاہداتی اور استقرائی۔ حوامیم سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر مشاہداتی طرزِ استدلال اختیار کیا گیا ہے۔
- ان سورتوں کے مضامین میں زمان و مکان کی مماثلت بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ موضوعات کا ایک جیسا ہونا ہے

[1] الاحقاف: 3

[2] الاحقاف: 33

فصلِ دوم

حوامیم سورتوں میں دعوتی اسالیب

قرآن کریم ہدایت کی کتاب ہے اور اس کے نزول کا مقصد لوگوں کو اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ روشناس کرانا اور اپنے باطن کو پاک کرنا ہے تاکہ یہ دنیا پرامن ہو اور یہاں انسان ہم آہنگی اور مودت کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اسی لیے قرآن کریم کا اسلوب حکیمانہ ہے، اس میں لوگوں کو دین کی جانب دعوت دی گئی ہے لیکن ایسے اسلوب میں کہ لوگ اس طرف خود بخود متوجہ ہوں اور اسلام کی نعمت سے بہرہ مند ہوں۔ قرآن کریم کا اسلوب دعوت ایک جیسا نہیں ہے۔ مختلف مقامات پر مختلف طیقوں سے نصیحت وہدایت کا پیغام پہنچایا گیا ہے۔ حوامیم سورتوں میں دعوت کے جو اسالیب اختیار کیے گئے ہیں ان کا ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

❖ حوامیم سورتوں میں دعوتی اسالیب میں سے ایک یہ اسلوب بھی اختیار کیا گیا ہے۔[1] سورت فصلت میں فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا- وَبَارَكَ فِيهَا- وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا- فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ- ثُمَّ استوى إِلَى السمآء وَهِيَ دُخَانٌ- قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ﴾[2]

---

[1] ثقفی، احمد بن ابراھیم ، البرھان فی متشابہ القرآن، 265

[2] فصلت:10-14

ان آیات میں زمین وآسمان کی پیدائش کے عمل کو بیان کرکے غیر مسلموں کو دعوت دی گئی ہے کہ اتنی بڑی کائنات اور اس کا نظام ایسے ہی وجود میں نہیں آئے بلکہ ایک عظیم الشان ذات نے ان کی تخلیق کی ہے۔ اگر وہ اس میں غور کریں تو ان کے لیے سمجھنا مشکل نہیں کہ ایک خالق موجود ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

علامہ صابونی ان آیات کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا} أي جعل في الأرض جبالاً ثوابت لئلا تميد بالبشر {وَبَارَكَ فِيهَا} أي أكثر خيرها بما جعل فيها من المياه، والزروع، والضروع {وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا} أي قدَّر أرزاق أهلها ومعاشهم قال مجاهد: خلق فيها أنهارها وأشجارها ودوابها {في أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ} اي في تمام أربعة أيام كاملة مستوية بلا زيادة ولا نقصان، للسائلين عن مدة خلق الأرض وما فيها {ثُمَّ استوى إِلَى السمآء وَهِيَ دُخَانٌ} أي عمد إلى خلقها وقصد إلى تسويتها وهي بهيئة الدخان قال ابن كثير: والمراد بالدخان بخار الماء المتصاعد منه حين خلقت الأرض {فَقَالَ لَهَا وَلِلأَرْضِ ائتيا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً} أي استجيبا لأمري طائعتين أو مكرهتين {قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ} أي قالت السموات والأرض أتينا أمرك۔"[1]

(اور زمین کے اوپر کیل گاڑ دیے۔ یعنی کہ اس پر بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کیے تا کہ وہ انسانوں کو ہلا نہ سکے۔ اور اس میں برکت اتاری۔ اس کی خیرات میں اضافہ کیا کہ اسے پانی، کھیتی اور درختوں کا ذریعہ بنایا۔ اس زمین میں روزی مقدر کی۔ یعنی کہ اس میں لوگوں کے روزق کا بندوبست کیا، مجاہد اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زمین میں پانی، درخت اور جانور تخلیق کیے۔ یہ سب پورے چار دنوں میں مکمل ہوا، نہ کم نہ زیادہ، یہ زمین کی تخلیق کے بارے سوال کرنے والوں کا جواب ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھوئیں کی صورت تھا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس میں دخان سے مراد پانی کے بخارات ہیں جو زمین کی تخلیق کے وقت اوپر کی جانب اٹھے۔ اس کے بعد زمین وآسمان نے اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ تیرے حکم کے پابند ہیں۔)

سورت الدخان میں اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں بے کار پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کا ایک مقصد ہے۔ اگر بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو یہ چیزیں ایمان لانے کے لیے کافی ہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السماوات والأرض وَمَا بَيْنَهُمَا لاَعِبِينَ- مَا خَلَقْنَاهُمَآ إِلاَّ بالحق- ولكن أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ﴾[2]

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 8/3

[2] الدخان:38-40

علامہ صابونی ان آیات کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لیے جو دلائل دیے ان میں سے ایک تخلیقِ عالم کی عظیم الشان کاریگری کو بیان کرنا ہے جسے دیکھ کر ایمان لایا جاسکتا ہے لیکن کئی لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے:

"ثم نبه تعالى إلى دلائل البعث وهو خلق العالم بالحقِّ فقال {وَمَا خَلَقْنَا السماوات والأرض وَمَا بَيْنَهُمَا لاَعِبِينَ} أي ما خلقنا هذا الكون وما فيه من المخلوقات البديعة لعباً وعبثاً {مَا خَلَقْنَاهُمَآ إِلاَّ بالحق} أي ما خلقنا السموات والأرض وما بينهما من المخلوقات إِلا بالعدل والحقِّ المبين، لنجازي المحسن بإِحسانه والمسيء بإِساءته {ولكن أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ} أي ولكنَّ أكثر الناس لا يعلمون ذلك فينكرون البعث والجزاء-"[1]

(پھر اللہ تعالی نے بعث کے دلائل کا ذکر فرمایا جو کہ تخلیقِ عالم ہے۔ کہ اس کائنات کو اور اس میں موجود مخلوقات کو بے کار اور بے مصرف نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ان تمام چیزوں کو عدل اور حق مبین کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے تاکہ اچھائی کرنے والوں کو اس کی اچھائی کا بدلہ دیا جاسکے اور برائی کرنے والوں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ بعث اور جزاء کا انکار کرتے ہیں، اور انہیں اس کا علم ہی نہیں۔)

نعمتوں کا ذکر: چونکہ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ایک اعتراض یہ بھی رہتا تھا کہ ان کے پاس بہت زیادہ مال و دولت نہیں ہے۔ یعنی کہ ایمان لانے والوں کے بارے میں یہ تصور تھا کہ وہ غربت کا شکار ہوتے ہیں اور کئی صحابہ کرامؓ تو فاقے بھی کرتے ہیں۔ اس لیے جب اللہ تعالی نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہیں آخرت کی نعمتوں کے بارے میں بھی بتایا اور کہا کہ اگر وہ ایمان لائیں گے تو ان کے انتظار میں جنت ہے جہاں ہر طرح کی نعمتیں میسر ہوں گی۔ اسی طرح حوامیم سورتوں میں جنت کے علاوہ دنیاوی نعمتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ یاددہانی کرانا ہے کہ یہ نعمتیں جس ذات کی دی ہوئی ہیں اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے۔

سورت فصلت میں ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی شان بیان کی ہے جو اس کی ذات پر ایمان لاتے ہیں۔ ان نعمتوں کو بیان کیا گیا جو ایمان لانے والوں کو دی جائیں گی۔ انہیں بشارت سنائی گئی ہے کہ آخرت میں مؤمنین کو کوئی غم لاحق نہ ہو گا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جائے گا جس کو وہ خواہش رکھتے ہوں گے:

[1] ایضاً، 3/64

﴿إِنَّ الَّذِينَ قالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلائِكَةُ أَلاَّ تَخافُوا وَلا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ- نَحْنُ أَوْلِياؤُكُمْ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيها ما تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيها ما تَدَّعُونَ- نُزُلاً مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ﴾ [1]

اس کے علاوہ ان نعمتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے جو انسانوں کو دنیا میں عطا کی گئی ہیں۔ ان نعمتوں کی تذکیر بھی دعوت کا ایک اسلوب ہے جو حوامیم سورتوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ ذیل کی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی وہ ذات ہے جس نے ہر مخلوق کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اسی نے کشتیوں اور جانوروں کو انسانوں کی سواری کے مسخر کیا ہے تاکہ وہ اس کی نعمت پر شکر ادا کریں اور یہ یاد کریں کہ بالآخر انہیں اسی کی ذات کی طرف لوٹ کر جانا ہے:

﴿ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْواجَ كُلَّها وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعامِ ما تَرْكَبُونَ- لِتَسْتَوُوا عَلى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنا هذا وَما كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ- وَإِنَّا إِلى رَبِّنا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ [2]

سورت الزخرف میں ایک مقام پر اللہ تعالی نے کفار مکہ کو اپنی نعمت کی یاددہانی کرائی ہے کہ یہ سرزمین جو تمہارے لیے برسہا برس سے خوشحالی کا ذریعہ رہی ہے اس کی تاریخی وجوہات تم بھول گئے۔ یہ سرزمین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذات مبارکہ سے منسوب ہے، یہاں پر تعمیر کیا گیا خانہ کعبہ انہی کی یادگار ہے اور اس وجہ سے یہ جگہ مبارک بنی۔

﴿ بَلْ مَتَّعْتُ هؤُلاءِ وَآباءَهُمْ حَتَّى جاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُبِينٌ﴾ [3]

اس آیت کی شرح میں صاحبِ کشاف فرماتے ہیں:

"بَلْ مَتَّعْتُ هؤُلاءِ يعنى: أهل مكة، وهم من عقب إبراهيم بالمدّ في العمر والنعمة، فاغتروا بالمهلة، وشغلوا بالتنعم واتباع الشهوات وطاعة الشيطان عن كلمة التوحيد حَتَّى جاءَهُمُ الْحَقُّ وهو القرآن وَرَسُولٌ مُبِينٌ الرسالة واضحها بما معه من الآيات البينة، فكذبوا به وسموه ساحرا وما جاء به سحرا ولم يوجد منهم ما رجاه إبراهيم-" [4]

(ہم نے ان لوگوں کو نفع دیا، یعنی اہل مکہ کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی عمر اور نعمتوں میں اضافہ کیا گیا، لیکن انہوں نے مہلت پر غرور کیا اور شہوات وشیطان کی اطاعت کے پیچھے لگ گئے اور توحید کو ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ اب ان کے پاس حق یعنی کہ قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے، لیکن ان لوگوں نے رسالت کو جھٹلایا اور انہیں ساحر

---

[1] فصلت:30-32

[2] الزخرف:12-14

[3] الزخرف: 29

[4] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر کشاف (دار المعرفہ بیروف 2004)، 4/246

کہا اور قرآن کریم کی آیات کو سحر کے نام سے پکارا ان لوگوں میں وہ اعمال باقی نہیں جن کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امید رکھی تھی۔)

❖ استقامت کا مظاہرہ اور مجادلہ سے اجتناب[1]:

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جہاں جہاں انبیاء کی دعوت کے کام کا ذکر کیا ہے وہیں واضح یا اشارتاً یہ بھی فرمایا گیا کہ کفار کے ساتھ مجادلہ نہ کیا جائے اور استقامت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اگر وہ ایمان لے آئیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ سورت الشوری میں فرمایا گیا:

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَما أُمِرْتَ وَلا تَتَّبِعْ أَهْواءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِما أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنا وَرَبُّكُمْ لَنا أَعْمالُنا وَلَكُمْ أَعْمالُكُمْ لا حُجَّةَ بَيْنَنا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ-﴾ [2]

اس آیت کے ذیل میں امام زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

"فَلِذٰلِكَ فلأجل التفرق ولما حدث بسببه من تشعب الكفر شعبا فَادْعُ إلى الاتفاق والائتلاف على الملة الحنيفية القديمة وَاسْتَقِمْ عليها وعلى الدعوة إليها كما أمرك الله وَلا تَتَّبِعْ أَهْواءَهُمْ المختلفة الباطلة بما أنزل الله من كتاب، أىّ كتاب صحّ أنّ الله أنزله، يعنى الإيمان بجميع الكتب المنزلة-"[3]

(کفر و جور کے پھیل جانے کے پیش نظر آپ ﷺ پر لازم ہیں کہ اتفاق و اتحاد کی دعوت دیں اور ملت حنفیہ پر قائم رہیں، اور اس کی دوسروں کو بھی دعوت دیتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے آ کو اس کا پابند بنایا ہے۔ کفار کی باطل خواہشات کی کبھی اتباع نہ کریں، اللہ تعالی نے قرآن کی صورت آپ پر تعلیمات نازل کیں جن میں تمام آسمانی کتب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔)

❖ نرمی اور شیریں کلامی:

چونکہ قرآن کریم میں بارہا یہ کہا گیا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بات کرتے ہوئے نرمی کا مظاہرہ کیا جائے اور حکمت کا انداز اپنایا جائے اس لیے حوامیم سورتوں میں غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لیے ایک اسلوب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالی کی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں تاکہ وہ دین کی طرف متوجہ ہوں۔

سورت الجاثیہ میں فرمایا:

---

[1] ثقفی، احمد بن ابراهیم، البرہان فی تناسب القرآن، 66

[2] الشوری: 15

[3] لزمخشري، عمرو بن أحمد، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (بيروت، دار الكتاب العربي، الطبعة: الثالثة، 1407ھ) 4/216

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ- إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [1]

علامہ صابونی ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

"وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ} أي وخلق لكم كل ما في هذا الكون، من كواكب، وجبال، وبحار، وأنهار، ونباتٍ، وأشجار، الجميع من فضله وإِحسانه وامتنانه، من عنده وحده جلَّ وعلا {إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} أي إِنَّ فيما ذُكر لعبراً وعظات لقوم يتأملون في بدائع صنع الله فيستدلون على قدرته ووحدانيته ويؤمنون، ثم لما بيَّن تعالى دلائل التوحيد والقدرة والحكمة، أردفه بتعليم فضائل الأخلاق، ومحاسن الأفعال فقال {قُل لِّلَّذِينَ آمَنُواْ يَغْفِرُواْ لِلَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ أَيَّامَ الله} أي قل يا محمد للمؤمنين يصفحوا عن الكفار، ويتجاوزوا عمَّا يصدر عنهم من الأذى والأفعال الموحضة-"[2]

(اللہ تعالی نے تمہارے لیے آسمان وزمین کی چیزوں کو مسخر کر دیا۔یعنی کہ اس نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا، ستارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، نباتات، درخت وغیرہ۔ یہ سب کچھ صرف اسی کے فضل احسان اور کرم کے سبب ہے۔اس کے اندر غور کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ان تمام امور میں جو ذکر کیے گئے ان لوگوں کے لیے عبرت ونصیحت کا سامان ہے جو اللہ تعالی کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور اس سے اس کی قدرت ووحدانیت پر دلیل حاصل کرتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالی نے پہلے دلائل توحید اور اپنی قدرت وحکمت کا ذکر کیا اس کے بعد اخلاق اور اچھے اعمال کی تعلیم دی۔ فرمایا: ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ ان لوگوں سے اعراض کریں جو اللہ کی قدرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کی طرف سے صادر ہونے والے تکلیف دہ افعال سے اغماض برتیں)۔

واضح اور روشن دلائل دعوت دین کے پیغام کو مؤثر بنانے کے لیے ایک اہم کردار دلیل کا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے دلائل کو پیش کیا گیا ہے جو سلیس، شفاف اور روشن ہیں۔ جن میں کوئی بھی عام شخص غور کر سکتا ہے اور اسے باآسانی سمجھ آسکتا ہے۔

❖ جزاء وسزا کا تذکرہ:

جزاء سزا کا ذکر بھی دعوت کا ایک جزو خیال کیا جاتا ہے۔ غیر مسلموں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر وہ اسی طرح اپنی ضد پر قائم رہیں گے تو انہیں مرنے کے بعد مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سے دراصل انہیں یہ پیغام دینا مقصود ہوتا ہے کہ اگر وہ اسی حالت

---

[1] الجاثیہ: 13-14

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير (قاہرہ، دار الصابوني للطباعة والنشر والتوزيع، 1997ء) 3/70

میں مر گئے تو قیامت والے دن ان کے پاس یہ کہنے کا جواز نہیں ہو گا کہ انہیں دعوت دین کو قبول نہ کرنے کی صورت میں کن عذابوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے جب بھی قرآن کریم میں دعوت کا پیغام دیا جاتا ہے تو اکثر ساتھ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں اس کا نقصان ہو گا اور وہ آخرت میں جہنم میں جائیں گے۔ سورت غافر میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمانِ فَتَكْفُرُونَ- قالُوا رَبَّنا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنا بِذُنُوبِنا فَهَلْ إِلى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ- ذلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾[1]

امام زمخشری تفسیر کشاف میں اس آیت کے ذیل میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أى ينادون يوم القيامة، فيقال لهم: لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ والتقدير: لمقت الله أنفسكم أكبر من مقتكم أنفسكم، فاستغنى بذكرها مرة. وإِذْ تُدْعَوْنَ منصوب بالمقت الأوّل. والمعنى: أنه يقال لهم يوم القيامة: كان الله يمقت أنفسكم الأمارة بالسوء والكفر، حين كان الأنبياء يدعونكم إلى الإيمان، فتأبون قبوله وتختارون عليه الكفر أشدّ مما تمقتونهن اليوم وأنتم في النار إذا أوقعتكم فيها باتباعكم هواهنّ. وعن الحسن: لما رأوا أعمالهم الخبيثة مقتوا أنفسهم، فنودوا لمقت الله."[2]

(وہ قیامت والے دن پکار کریں گے۔ انہیں کہا جائے گا کہ اللہ کا غصہ اس سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم دنیا میں دین کی طرف بلائے جاتے تھے مگر جواب میں تم انکار اور سرکشی کرتے تو اللہ کا غصہ تم پر اس سے زیادہ ہوتا تھا جتنا تم آج خود پر غصہ کرتے ہو۔ لیکن تب تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے تھے۔ آج تم جہنم میں اپنے کیے کی وجہ سے ہو۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ جب وہ اپنے اعمال کو دیکھیں گے تو اپنی آپ پر ناراض ہوں گے، تب وہ اللہ کے غضب کی طرف بلائے جائیں گے۔)

جزاء و سزا کے ذکر کے ساتھ دعوت کا اسلوب سورت الاحقاف میں بھی نظر آتا ہے:

ان آیات میں حضرت ہود علیہ اسلام اور ان کی دعوت کے جواب میں قوم ہود کے طرز عمل کی مثال دے کر بتایا گیا ہے انبیاء کرام کی دعوت کے انکار کا انجام عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ ان آیات کی شرح کرتے ہوئے علامہ صابونی رقمطراز ہیں:

---

[1] غافر:10-11

[2] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف:4/54

"إني أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ} أي إني أخاف عليكم إن عبدتم غير الله عذاب يومٍ هائلٍ وهو يوم القيامة {قالوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا} أي قالوا جواباً لإنذاره: أجئتنا يا هود لتصرفنا عن عبادة آلهتنا؟ وهو استفهام، يراد منه التسفيه والتجهيل لما دعاهم إليه {فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ الصادقين} أي فأتنا بالعذاب الذي وعدتنا به إن كنت صادقاً فيما تقولم قال ابن كثير: استعجلوا عذاب الله وعقوبته استبعاداً منهم لوقوعه {قَالَ إِنَّمَا العلم عِندَ الله} أي قال لهم هود: ليس علم وقت العذاب عندي إنما علمه عند الله {وَأُبَلِّغُكُمْ مَّآ أُرْسِلْتُ بِهِ} أي وإنما أنا مبلّغٌ ما أرسلني به الله إليكم {ولكني أَرَاكُمْ قَوْماً تَجْهَلُونَ} أي ولكنني أجدكم قوماً جهلة في سؤالكم استعجال العذاب {فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضاً مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ} أي فلما رأوا السحاب معترضاً في أفق السماء متجهاً نحو أوديتهم استبشروا به {قَالُواْ هذا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا} أي وقالوا هذا السحاب يأتينا بالمطر قال المفسريون: كانت عاد قد أبطأ عنهم المطر، وقُحطوا مدةً طويلةً من الزمن، فلما رأوا ذلك السحاب العارض ظنوا أنه مطر ففرحوا به واستبشروا وقالوا: هذا عارضٌ ممطرنا {بَلْ هُوَ مَا استعجلتم بِهِ} أي قال لهم هود: ليس الأمر كما زعمتم أنه مطر، بل هو ما استعجلتم به من العذاب"۔[1]

(حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر تم نے غیر اللہ کی عبادت جاری رکھی تو قیامت کے دن تمہیں بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے جواب میں قوم نے کہا کہ آپ ہمیں ہمارے خداؤں کی عبادت سے موڑنے کی دعوت دیتے ہیں؟ گویا انہوں نے حضرت ہود علیہ کی بات کا مذاق بنایا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ہود علیہ اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر تم سچے نبی ہو تو اللہ کا عذاب لے آؤ۔ ابک کثیر فرماتے ہیں کہ قوم ہود نے عذاب کی جلدی کی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ عذاب کا علم اللہ تعالی کو ہے۔ میں تو صرف اس کے پیغام کو پہنچانے والا ہوں۔ مگر عذاب کی جلدی کرنا تمہاری جہالت کی علامت ہے۔ پھر ایک دن انہوں نے اپنی طرف گھرے بادل آتے دیکھے تو وہ خوش ہوئے کہ اب بارش ہوگی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ قوم ہود پر ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی تھی اور وہ قحط کا شکار تھے۔ لہذا وہ بادلوں کو دیکھ کر خوشی منانے لگے۔ تب حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بادل نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم نے جلدی کی تھی۔)

یہ حوامیم سورتوں میں وارد ہونے دعوت کے اسالیب ہیں جن کے ذریعے سے غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف آنے کا پیغام دیا گیا ہے۔

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/85

فصلِ سوم:

حوامیم سورتوں میں کفار کے ساتھ طرزِ تخاطب اور تنبیہ کی شکلیں

چونکہ حوامیم سورتوں کے بنیادی موضوعات عقائد، ایمانیات اور دعوت کے ہیں اس لیے ان میں کفار کو بار بار مخاطب کیا گیا ہے، انہیں ایمان لانے اور اللہ تعالی کی اطاعت کا پیغام دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں کفار کے ساتھ طرز تخاطب کے مختلف اسالیب راند از اختیار کیے گئے ہیں اور انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ قرآن کریم کے پیغام سے اعراض نہ برتیں اور اسلام قبول کرلیں۔[1]

ذیل میں طرزِ تخاطب اور تنبیہ کی جو شکلیں استعمال کی گئیں انہیں مثالوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

❖ تہدید:

قرآن کریم انسانوں کے لیے فلاح کا پیغام اور نجات کی کتاب ہے۔ اللہ تعالی نے دنیا کو انسانوں کے لیے آزمائش قرار دیا ہے اور اس میں کامیابی کا راستہ بھی بتایا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان اور توحید کا اقرار کرلیا جائے تو بعد کی آنے زندگی میں فلاح اور کامرانی نصیب ہوگی۔ لیکن اگر اس کے برعکت کوئیایمان نہ لایا اور توحید کا اقرار نہ کیا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے براہ راست کفار کو مخاطب کیا ہے۔ حوامیم سورتوں میں اس خطاب کی ایک صورت تہدید کی ہے جس میں کفار کو نافرمانی کے بدلے میں دنیاو آخرت میں مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

---

[1] ثقفی، احمد بن ابراھیم، البرہان فی تناسب القرآن، 35

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[1]

(اور کفر اختیار کرنے والوں نے کہا کہ اس قرآن کو کی طرف کان مت لگاؤ اور شور و غوغا کرو، تاکہ تم اس طرح غلبہ پا سکے۔ پس ہم کفر اختیار کرنے والوں سخت عذاب چکھائیں گے اور انہیں اس سے بہت برا بدلہ دیں جو وہ علم رکھتے تھے۔)

اس آیت میں کفار کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کے اس طرز عمل کا نقصان انہیں خود کو ہی ہو گا کہ وہ آنے والی زندگی میں ہمیشہ کے لیے عذاب سہیں گے۔

اسی طرح کا طرز تخاطب اور تنبیہی مظہر سورت شوری میں بھی نظر آتا ہے:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ ما لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[2]

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام زمخشری فرماتے ہیں:

"شركاؤهم: شياطينهم الذين زينوا لهم الشرك وإنكار البعث والعمل للدنيا، لأنهم لا يعلمون غيرها وهو الدين الذي شرعت لهم الشياطين-"[3]

(آیت میں شرکاء سے مراد ان کے شیاطین ہیں جنہوں نے بعث بعد الموت اور دنیا میں مگن رہنے کو بنا سنوار پیش کیا۔ چونکہ وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تو گویا یہی ان کا دین ہے جو شیاطین نے وضع کیا۔)

اگر قیامت کا دن مقرر نہ ہتا تو دنیا میں ہی بے ایمان لوگوں کو سزا دی جاتی، لیکن ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب رکھا گیا ہے۔

سورت الزخرف میں پہلے والے کفار کی مثال دے کر سمجھایا گیا کہ اس سے قبل بھی جب انبیاء مبعوث کیے جاتے تھے تو کچھ لوگ ان کا انکار کرتے اور استہزاء سے کام لیتے تھے۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے لیکن انہیں اللہ تعالی کی پکڑ نے آن لیا۔ اگر یہ بھی ایمان نہیں لاتے اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں تو انہیں سزا دی جائے گی:

---

[1] فصلت:26-27

[2] الشوری:21

[3] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف:4/218

﴿وَكَمْ أَرْسَلْنا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ- وَما يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ كانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُنَ- فَأَهْلَكْنا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشاً وَمَضى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ﴾ [1]

اس آیت کے ذیل میں امام زمخشری فرماتے ہیں:

"وَما يَأْتِيهِمْ حكاية حال ماضية مستمرة، أى: كانوا على ذلك. وهذه تسلية لرسول الله صلى الله عليه وسلم عن استهزاء قومه. الضمير في أَشَدَّ مِنْهُمْ للقوم المسرفين، لأنه صرف الخطاب عنهم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يخبره عنهم وَمَضى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ أى سلف في القرآن في غير موضع منه ذكر قصتهم وحالهم العجيبة التي حقها أن تسير مسير المثل، وهذا وعد لرسول الله صلى الله عليه وسلم، ووعيد لهم."[2]

(اس آیت میں اولین کی مثال دے آنحضرت ﷺ کو تسلی سے نوازا گیا ہے کہ اگر یہ کفار آپ کا استہزاء کرتے ہیں اور ٹھٹھہ اڑاتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں، پہلے والے ان سے زیادہ طاقتور کہلاتے تھے۔ آیت میں پہلے والے کفار کا ذکر کر کے آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا کہ قرآن میں جن پہلے بے ایمان سرکش لوگوں کا ذکر وارد ہوا ہے ان کی مثال یاد کریں۔ یہ آپ ﷺ سے گویا وعدہ ہے اور کفار کے لیے وعید ہے۔)

❖ احسان مندی کا شعور بیدار کرنا:

حوامیم سورتوں میں اللہ تعالی نے مختلف طریقوں سے کفار کے اندر احسان مندی کا شعور بیدار کیا ہے۔ اس کا مقصد انہیں سوچنے پر مجبور کرنا اور ایمان کی طرف راغب کرنا ہے۔ سورالجاثیہ میں ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ- إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [3]

ان آیات کے ذیل میں علامہ صابونی رقمطراز ہیں:

"وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ} أي وخلق لكم كل ما في هذا الكون، من كواكب، وجبال، وبحار، وأنهار، ونباتٍ، وأشجار، الجميع من فضله وإِحسانه وامتنانه، من عنده وحده جلَّ وعلا {إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} أي إِنَّ فيما ذُكر لعبراً وعظات لقوم يتأملون في بدائع صنع الله فيستدلون على

---

[1]

[2] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف:4/237

[3] الجاثیہ:12-13

قدرته ووحدانيته ويؤمنون، ثم لما بيَّن تعالى دلائل التوحيد والقدرة والحكمة، أردفه بتعليم فضائل الأخلاق، ومحاسن الأفعال۔"[1]

(یعنی اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے، ستارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، نباتات، درخت، یہ سب کچھ اللہ تعالی کے فضل واحسان کا نتیجہ ہے اور یہ صرف اسی کی تخلیق ہے۔ یہ تمام چیزیں جو ذکر کی گئیں ان کے اندر ان لوگوں کے لیے عبرت اور فکر کا مقام ہے جو سوچتے ہیں اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے دلائلِ توحید اور قدرت وحکمت کو بیان کیا ہے اور پھر اخلاقیات کے فضائل اور اچھے اعمال کا ذکر فرمایا۔)

سورت غافر میں ایک جگہ اللہ تعالی نے انسان کی پیدائش اور نمو کے مراحل کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعور بیدار کیا کہ یہ سب مظاہر اس بات کے طالب ہیں کہ انسان ان میں غور وخوض کر کے اللہ تعالی کی ذات کے آگے جھک جائے اور توحید کا اقرار کر لے:

﴿الذي خَلَقَكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لتبلغوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُواْ شُيُوخاً وَمِنكُمْ مَّن يتوفى مِن قَبْلُ ولتبلغوا أَجَلاً مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾[2]

علامہ صابونی اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"هُوَ الذي خَلَقَكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ} هذا بيانٌ للأجوار التي مرَّ خلق الإِنسان أي هو جل وعلا بقدرته الذي أوجدكم أيها الناس من العد، فخلق أصلكم آدم من تراب، ثم خلق ذريته من النطفة وهي المنيُّ، ثم من علقة وهي الدم الغليظ، إلى آخر تلك الأطوار {ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً} أي ثم بعد أن ينفصل الجنين من بطن الأم يكون طفلاً {ثُمَّ لتبلغوا أَشُدَّكُمْ} أي ثم لتبلغوا كمالكم في القوة والعقل، وهو سنُّ الأربعين {ثُمَّ لِتَكُونُواْ شُيُوخاً} أي ثم لتصبحوا في سنِّ الهرم والشيخوخة قال الإِمام الفخر: رتَّب تعالى عمر الإِنسان على ثلاث مراتب: الطفولة، وبلوغ الأشد، والشخوخة، وهذا ترتيب مطابق للعقل، فإِن الإِنسان في أول عمره يكون في النَّماء والنشوء وهو المسمى بالطفولة، إلى أن يبلغ إلى كمال النشوء من غير أن يحصل له ضعف، وهذا بلوغ الأشد، ثم يبدأ بالتراجع ويبدأ فيه الضعف والنقص، وهذه مرتبة الشيخوخة {وَمِنكُمْ مَّن يتوفى مِن قَبْلُ} أي ومنكم من يُتوفى قبل أن يخرج إلى العالم وهو السِّقطُ وقال مجاهد: من قبلِ سنِّ الشيخوخة {ولتبلغوا أَجَلاً مُّسَمًّى} أي ولتصلوا

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/70

[2] غافر: 67

إلى الزمان الذي حُدِّد لكل شخصٍ وهو الموتَ {وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ} أي ولكي تعقلوا دلائل قدرته تعالى وتؤمنوا بأنه الواحد الأحد"۔[1]

(ان آیات میں انسان کی پیدائش کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے، کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں اپنی قدرت سے عدم سے وجود میں لایا۔ انسان کی اصل آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، پھر اس کی ذریت کو نطفے سے تخلیق کیا پھر وہ لو تھڑا بنا اور پھر گاڑھا خون۔ اس کے بعد وہ جنین ایک بچے کی شکل میں جنم لیتا ہے جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ بعد ازاں انسان اپنی طاقت جوانی میں پہنچتا ہے جو کچھ وقت میں ڈھل جاتی ہے اور انسان بوڑھا ہونے لگتا ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انسان کی تخلیق وزندگی کے تین مراحل کو بیان کیا گیا ہے: بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ یعنی وہ ترتیب ہے جو انسانی عقل کے مطابق ہے کہ انسان پہلے جنم لیتا ہے اور کمزور ہوتا ہے۔ پھر جوانی میں قدم رکھتا ہے اور بعد ازاں کمزوری اور بڑھاپے کا شکار ہو جاتا ہے۔ البتہ کچھ لوگ پہلے بھی مر جاتے ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد بڑھاپے میں داخل ہونے سے پہلے کی موت ہے۔ موت تمہیں اپنی آخری منزل پر لے جاتی ہے۔ یہ سب کس امر کا متقاضی ہے، یہ دراصل اس لیے بیان کیا گیا تاکہ تم اس میں غور کرو اور توحید پر ایمان لے آؤ۔)

❖ اقوام سابقہ کی مثالوں سے نصیحت:

اللہ تعالیٰ نے حوامیم سورتوں میں کفار کو مخاطب کرنے ایک اسلوب یہ بھی استعمال کیا ہے کہ انہیں نصیحت وتنبیہ کرنے کے لیے اقوام سابقہ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں۔ سورت غافر میں فرمایا گیا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾[2]

"الْأَحْزابُ الذين تحزبوا على الرسل وناصبوهم وهم عاد وثمود وفرعون وغيرهم وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ-من هذه الأمم التي هي قوم نوح والأحزاب بِرَسُولِهِمْ وقرئ برسولها لِيَأْخُذُوهُ ليتمكنوا منه، ومن الإيقاع به وإصابته بما أرادوا من تعذيب أو قتل-"[3]

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/1

[2] غافر: 5

[3] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر کشاف، 4/50

(یہ وہ اقوام تھیں جو اپنے انبیاء کے مقابل کھڑی ہوئیں اور ان سے دشمنی کی، یہ عاد، ثمود اور فرعون وغیرہ میں سے ہر قوم نے اپنے نبی کی مخالفت کی اور ان سے جھگڑا کیا تاکہ وہ اس طرح ان کو زیر کر سکیں اور حق کو دبا دیں، لیکن حقیقت میں اس کے الٹ ہوا اور انہیں عذاب نے آگھیرا۔)

سورت الشوری میں فرمایا:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ ما وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنا إِلَيْكَ وَما وَصَّيْنا بِهِ إِبْراهِيمَ وَمُوسى وَعِيسى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ ما تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ﴾[1]

(تمہارے لیے دین میں وہی چیزیں مشروع کیں جن کی نوح علیہ السلام کو تلقین کی گئی اور ان کی ابراہیم، موسی اور عیسی علیہم السلام کو بھی تلقین کی گئی، وہ یہ کہ دین پر قائم رہو اور انتشار میں مت پڑو۔ لیکن کفار پر وہ دعوت گراں گزری جس کی طرف آپ نے بلایا۔ اللہ تعالی جسے چاہے اس کا انتخاب کرتا ہے اور جسے چاہے وہ ہدایت دیتا ہے۔)

اس آیت میں جہاں آنحضرت ﷺ کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے کہ آپ پہلے والے انبیاء کی طرح اپنے مشن کو انجام دیتے رہیں، وہیں اس کے ساتھ آیت مبارکہ میں کفار تنبیہ بھی ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو یہ ان کا نقصان ہے، پہلے بھی کئی لوگ انبیاء پر ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ دین ایسا ہے جسے اللہ تعالی ہدیت دے وہی خوش نصیب ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔

سورت الزخرف میں ایک مقام پر سابقہ اقوام کی مثال دے کر کفار مکہ کو دین کی طرف بلایا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ قالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آباءَكُمْ قالُوا إِنَّا بِما أُرْسِلْتُمْ بِهِ كافِرُونَ- فَانْتَقَمْنا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كانَ عاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾[2]

(انبیاء نے جب انہیں کہا کہ اگر ہم تمہیں اس سے بہتر دین کی طرف بلائیں جس پر تمہارے آباء تھے تو تم قبول کروگے، تو انہوں نے جواب دیا ہم اس کا انکار کرتے ہیں جو تم لائے ہو۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور آپ دیکھیں کہ جھٹلانے والوں کا کتنا برا انجام ہوا۔)

---

[1] الشوری: 13

[2] الزخرف: 25

باب سوم: حوامیم سورتوں کے اسلوبی خصائص

فصل اول: حوامیم سورتوں میں عقائد کا بیان اور ہم آہنگی

فصل دوم: سابقہ امتوں کے واقعات سے امتثال

فصل سوم: حوامیم سورتوں میں استکبار و عاجزی کے اوصاف

فصل اول:

حوامیم سورتوں میں عقائد کا بیان اور ہم آہنگی

قرآن کریم میں یوں تو بے شمار مقامات پر عقائد کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن میں کبھی واقعات کا تناظر ہوتا ہے، بعض اوقات صرف عقائد کی تفصیل ہوتی ہے یا ان کا اجمالی ذکر ہوتا ہے۔ البتہ حوامیم سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں عقائد کے بیان میں ایک گونہ ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ یعنی کہ عقائد کے بیان میں اسلوب اور ان کے ظاہری ذکر کا پہلو ملتا جلتا ہوتا ہے۔

ذیل میں اس خصوصیت کے حوالے سے کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

عقائد کے بیان میں قرآن کے اندر زیادہ زور توحید اور رشرک کے معاملات میں دیا گیا ہے۔ سورت غافر میں ایک جگہ کفار کی جہنم میں حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سزا تمہیں شرک کرنے کی وجہ سے دی گئی ہے:

﴿ ذَلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ الله وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ- وَإِن يُشْرَكْ بِهِـتُؤْمِنُواْ فالحكم للَّهِ العلي الكبير﴾ [1]

---

[1] غافر:13-12

علامہ صابونی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ذَلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ الله وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ} أي ذلكم العذاب والخلود في جهنم بسبب كفركم وعدم إيمانكم بالله، فإذا دعيتم إلى التوحيد كفرتم {وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُواْ} وإن دعيتم إلى اللت والعزَّى وأمثالهما من الأصنام، آمنت وصدَّقتم بألوهيتها {فالحكم للَّهِ العلي الكبير} أي فالقضاء لله وحده، لا للأوثان والأصنام، ولا سبيل إلى نجاتكم، لأن الله هو المتعالي على خلقه، العظيم في ملكه الذي يفعل ما يشاء، ويحكم ما يريد."[1]

(یہ عذاب اور جہنم میں ہمیشگی اس لیے ہے کہ تم نے کفر کیا اور اللہ تعالی پر ایمان نہیں لائے، جب تمہیں ایمان کی طرف دعوت دی گئی تو تم نے انکار کیا۔ اور اگر اس کے برعکس تمہیں لات عزی اور ان جیسے دیگر اصنام کی جانب بلایا گیا تو تم نے ان کو تسلیم کیا اور معبود بنالیا۔ حالانکہ فیصلہ سازی اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ مختص ہے نہ کہ اصنام کے لیے۔ تمہارے پاس نجات کا کوئی راستہ نہیں، کیونکہ وہی ذات ہے جو اپنی مخلوق پر بالادست ہے، اسی کارسازی ہے وہ جو چاہے کرے۔)

سورت فصلت میں بھی توحید باری تعالی کو بیان کیا گیا ہے کہ سورج اور چاند کی پوجا مت کرو، بلکہ اس ذات کو سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا اور اسی کی عبادت کرو:

﴿لاَ تَسْجُدُواْ لِلشَّمْسِ وَلاَ لِلْقَمَرِ واسجدوا لِلَّهِ الذي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ [2]

علامہ صابونی اس آیت کی تفصیل میں رقم طراز ہیں:

"لاَ تَسْجُدُواْ لِلشَّمْسِ وَلاَ لِلْقَمَرِ واسجدوا لِلَّهِ الذي خَلَقَهُنَّ {أي لا تسجدوا للمخلوق واسجدوا للخالق، الذي خلق هذه الأشياء وأبدعها }إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ {أي إن كنتم تفردونه بالعبادة فلا تسجدوا لأحدٍ سواه }فَإِنِ استكبروا {أي فإن استكبر الكفار عن السجود لله }فالذين عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بالليل والنهار {أي فالملائكة الأبرار يعبدونه بالليل والنهار }وَهُمْ لاَ يَسْأَمُونَ {أي لا يملّون عبادته"[3].

(مخلوق کو سجدہ مت کرو بلکہ خالق کو کرو جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا۔ اگر تم ذات باری تعالی کے لیے عبادت کو خاص کرتے ہو تو پھر اس کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ اگر وہ کفار اللہ تعالی کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر اُس ذات کے پاس ملائکہ ہیں جو صبح شام اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس عمل سے اکتاتے نہیں ہیں۔)

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/88

[2] فصلت:37

[3] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3—114

سورت الشوری کی اس آیت میں بنیادی طور پہ سیاست شرعیہ کے حکم شورائیت کی اہمیت کو بیاان کیا گیاہے لیکن اس کے ساتھ ہی اقامت صلاہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر آیاہے جس میں زکاۃ کا حکم بھی شامل ہے۔

﴿ والذين استجابوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُواْ الصلاة وَأَمْرُهُمْ شورى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون﴾ [1]

علامہ صابونی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"والذين استجابوا لِرَبِّهِمْ {أي أجابوا ربهم إلى ما دعاهم إليه من التوحيد والعبادة قال البيضاوي: نزل في الأنصار دعاهم رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى الإِيمان فاستجابوا }وَأَقَامُواْ الصلاة {أي أدوها بشروطها وآدابها، وحافظوا عليها في أوقاتها }وَأَمْرُهُمْ شورى بَيْنَهُمْ {أي يتشاورون في الأمور ولا يعجلون، ولا يُبرمون أمراً من مهمات الدنيا والدين إلا بعد المشورة }وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ {أي وينفقون مما أعطاهم الله في سبيل الله بالإِحسان إلى خلق الله."[2]

(اور وہ لوگ جنہوں اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کی اور اس کی بات کو مانا جو توحید اور عبادات سے متعلق تھی۔ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں آپ ﷺ نے ایمان کی دعوت دی اور وہ ایمان لے آئے۔ وہ نماز ادا کرتے ہیں یعنی کہ اس کی تمام شرائط و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور وقت پر ادائیگی کرتے ہیں۔ ان کا امر شورائیت پر مبنی ہے، یعنی کہ وہ اپنے امور میں مشاورت کرتے ہیں اور جلد بازی نہیں کرتے، وہ دنیا اور دین سے متعلق کوئی بھی فیصلہ بغیر مشورہ کے نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں۔)

سورت الشوری میں ایک جگہ سابقہ انبیاء کی مثال دے کر اقامتِ دین کا حکم دیا گیاہے۔ اس آیت کی تفسیر میں اہل علم کا کہنا ہے کہ اقامتِ دین سے مراد توحید کا اقرار اور دیگر عقائد پر ایمان لاناہے:

﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدين مَا وصى بِهِ نُوحاً والذي أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وموسى وعيسى أَنْ أَقِيمُواْ الدين وَلاَ تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ﴾ [3]

علامہ صابونی اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

---

[1] الشوری:38

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-133

[3] الشوری:13

"شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدين مَا وصى بِهِ نُوحاً والذي أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ {أي سنَّ وبيَّن لكم أيها المؤمنون من الشريعة السمحة والدين الحنيف، ما وصَّى به الرسل، وأرباب الشرائع من مشاهير الأنبياء، كنوح ومحمد عليه السلام }وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وموسى وعيسى {أي وما أمرنا به بطريق الإلزام إبراهيم وموسى وعيسى من أصول الشرائع والأحكام قال الصاوي: خصَّ هؤلاء بالذكر لأنهم أكابر الأنبياء، وأولوا العزم، وأصحاب المعظمة، فلكل واحد من هؤلاء الرسل شرعٌ جديد، وأمَّا من عداهم، فإنما كان يبعث بتبليغ شرع من قبله، ولم يزل الأمر يتأكد بالرسل، ويتناصر بالأنبياء، واحداً بعد واحد، وشريعةً إثر شريعة، حتى ختمها الله بخير الملل، ملةِ أكر الرسل نبينا محمد صلى الله عليه ووسلم، فتبيَّن أن شرعنا معشَر الأمة المحمدية قد جمع جميع الشرائع المتقدمة في أصول الاعتقادات، وأصول الأحكام ولهذا قال تعالى }أَنْ أَقِيمُواْ الدين وَلاَ تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ {أي وصيناهم بأن أقيموا الدين الحق دين الإسلام الذي هو توحيدُ الله وطاعتُه، والإيمان بكتبه ورسله، وبالبعث والجزاء قال القرطبي :المراد اجعلوا الدين قائماً مستمراً محفوظاً من غير خلافٍ فيه واضطراب، في الأصول التي لا تختلف فيها الشريعة وهي :التوحيد، والصلاة، والصيام، والزكاة، والحج، وغيرها فهذا كله مشروعاً ديناً واحداً وأملة متحدة."[1]

(آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے مؤمنو، تمہارے لیے شریعتِ سمحہ اور دین حنیف کا راستہ مقرر کیا ہے جو رسولوں اور باقی عظیم انبیاء کے لیے بھی معین کیا گیا تھا جیسا کہ ابراہیم علیہ اسلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام۔ صاوی نے اس کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان انبیاء کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ یہ اکابر انبیاء ہیں، اولو العزم اور عظمت والے ہیں۔ ان انبیاء میں سے ہر کو نئی شریعت دی گئی جبکہ دیگر انبیاء وہ تھے جو اپنے سے پہلے نبی کی شریعت کی تبلیغ کرنے والے تھے۔ اسی طرح ایک بعد دوسرے نبی کا نزول ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ پر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری شریعت میں پچھلی تمام شرائع کے عقائد بنیادی احکامات کو جمع کر دیا گیا ہے ۔ اقامتِ دین سے مراد توحید باری تعالی، اس کی اطاعت، اس کے رسولوں، کتابوں اور بعث و جزاء پر ایمان لانا ہے۔ قرطبی کا کہنا ہے کہ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ دین کو ایسے ہیں محفوظ اور بغیر کسی اختلاف کے قائم رکھو اور ان اصولو و عقائد پر ایمان رکھو جن میں شرائع کا اختلاف نہیں ہے، وہ ہیں: توحید، نماز، روزہ، زکات اور رحج وغیرہ۔)

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-126

اسی طرح سورت الشوری میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ آپ دعوت دیجیے اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا اس پر استقامت اختیار کریں، کفار کی خواہشات کی اتباع نہ کریں اور کہہ دیں کہ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی اور مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے:

﴿ فَلِذَلِكَ فادع واستقم كَمَآ أُمِرْتَ وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ الله مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ الله رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ [1]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ صابونی نے لکھا ہے کہ اس میں توحید کی دعوت دی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

"فَلِذَلِكَ فادع واستقم كَمَآ أُمِرْتَ {أي فلأدل الذي وصينا به جميع المرسلين قبلك، فادع يا محمد إليه ولزم النهج القويم مع الاستقامة كما أمرك ربك }وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ {أي ولا تتبع أهواء المشركين الباطلة فيما يدعونك إليه من ترك دعوة التوحيد }وَقُلْ آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ الله مِن كِتَابٍ {أي صدَّقت بكل كتابٍ أنزله الله تعالى قال الرازي: يعني الإيمان بجميع الكتب السماوية، لأن أهل الكتاب المتفرقين في دينهم آمنوا ببعضٍ وكفروا ببعض }وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ {أي وأمرني ربي بأن أعدل بينكم في الحكم قال ابن جزي: يعني العدل في الأحكام إذا تخاصموا إليه }اللهرَبُّنَا وَرَبُّكُمْ {أي الله خالقنا جميعاً ومتولي أمورنا فيجب أن نفرده بالعبادة."[2]

(جس طرح باقی انبیاء کو وصیت کی گئی اسی طرح اے نبی ﷺ آپ کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اللہ تعالی کی طرف دعوت دیں اور اس منہج پر استقامت اختیار کریں جیسا آپ کا رب نے فرمایا ہے۔ مشرکین کی باطل دعوت کو اہمیت نہ دیں جو وہ توحید کو چھوڑنے کی بات کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل کی، امام رازی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام آسمانی کتب پر ایمان لانا ہے کیونکہ اہل کتاب نے اختلاف کی بنیاد پر بعض کتب کا اقرار کیا ہے اور کچھ کو نہیں مانتے۔ اور مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے مابین انصاف کروں جب تم آپس میں اختلاف کرو۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا خالق ہے اس لیے لازم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں۔)

سورت زخرف میں اللہ تعالی نے سوالیہ انداز میں توحید کے موضع پر بات کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہم نے رحمان کے علاوہ کوئی معبود بتائے ہیں کہ جن کی وہ لوگ پوجا کرتے ہیں؟

﴿ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرحمن آلِهَةًيُعْبَدُونَ﴾ [3]

---

[1] الشوری:15

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 133/3

[3] الزخرف:45

علامہ صابونی فرماتے ہیں:

"أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرحمن آلِهَةً يُعْبَدُونَ {؟ أي هل هناك أحدٌ من الرسل دعا لعبادة غير الله؟ قال أبو السعود: والمراد بالآية الاستشهاد بإجماع الأنبياء على التوحيد، والتنبيه على أنه ليس ببدع ابتدعه حتى يُكذَّب ويُعادى وقال أبو حيان :ويظهر أن الخطاب للسامع، والسؤال هنا مجاز عن النظر في أديان الأنبياء، هل جاءت عبادة الأوثان في ملةٍ من مللهم؟ وهذا كما يساءل الشعراء الديار والأطلال، ومنه قولهم :سل الأرض من شقَّ أنهارك، وغرس أشجارك، وجنى ثمارك؟ فإنها إن لم تجبك حواراً أجابتك اعتباراً، وهذا كله من باب المجاز."[1]

(کیا رسولوں میں سے کوئی ایسا آیا ہے جس نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلایا ہو؟ ابو السعود فرماتے ہیں کہ آیت میں تمام انبیاء کے ساتھ استشہاد پیش کیا گیا جنہوں نے توحید کی طرف دعوت دی۔ ابو حیان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بظاہر خطاب سامع کو ہے اور سوال گویا اس طرح کیا گیا ہے کہ کیا کسی کسی بھی رسول کی ملت میں اصنام کی عبادت کی طرف بلایا گیا؟ یہ اصل میں مجاز ہے جیسا کہ شعراء اپنے کلام میں اکثر ٹیلوں اور درختوں کو مخاطب کرتے ہوئے سوالات کرتے ہیں۔)

سورت الجاثیہ میں توحید باری تعالی کے مسئلے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ کچھ لوگ اپنی خواہش نفس کے اس طور مطیع ہو جاتے ہیں کہ جیسے انہوں نے اسے اپنا الہ بنالیا ہو، اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے کانوں اور دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، اللہ کے علاوہ کون ہے جو ہدایت دے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾[2]

اس آیت کی تفسیر کے تحت امام زمخشری نے لکھا ہے کہ:

"أى: هو مطواع لهوى النفس يتبع ما تدعوه إليه، فكأنه يعبده كما يعبد الرجل إلهه.

وقرئ: آلهة هواه، لأنه كان يستحسن الحجر فيعبده، فإذا رأى ما هو أحسن رفضه إليه، فكأنه اتخذ هواه آلهة شتى: يعبد كل وقت واحدا منها وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلى عِلْمٍ وتركه عن الهداية واللطف وخذله على علم، عالما بأنّ ذلك لا يجدى عليه، وأنه ممن لا لطف له."

(یعنی کہ وہ فرد اپنی خواہش نفس کا اسیر ہو گیا جس چیز کی طرف وہ بلائے وہ ادھر جاتا ہے، گویا وہ اس کی ایسے عبادت کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہو۔

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-147

[2] الجاثیہ:23

بعض نے آیت میں الہ کی جگہ آلہہ روایت کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرد خواہش نفس کے مطابق اپنے معبود تبدیل کرتا ہے۔ جو چیز اسے زیادہ بھلی لگے اس کی عبادت کرتا ہے۔ وہ ان میں سے سب کی عبادت کرتا ہے۔ اسے علم ہونے کے باوجود اللہ تعالی نے گمراہ کر دیا ہے۔)

سورت الجاثیہ میں عقیدۂ آخرت اور موت کے بعد کی زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کفار یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے بس یہی زندگی ہے اور یہ کہ انہیں زمانہ موت دیتا ہے، وہ لوگ غلطی پر ہیں کیونکہ انہیں علم نہیں اور وہ صرف گمان کرتے ہیں:

﴿وَقالُوا ما هِيَ إِلاَّ حَيٰلتُنَا الدُّنْيا نَمُوتُ وَنَحْيا وَما يُهْلِكُنا إِلاَّ الدَّهْرُ وَما لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ﴾[1]

صاحبِ کشاف علامہ زمخشری اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"نَمُوتُ وَنَحْيا نموت نحن ويحيا أولادنا. أو يموت بعض ويحيا بعض. أو نكون مواتا نطفا في الأصلاب، ونحيا بعد ذلك. أو يصيبنا الأمران: الموت والحياة، يريدون: الحياة في الدنيا والموت بعدها، وليس وراء ذلك حياة. وقرئ: نحيا، بضم النون. وقرئ: إلا دهر يمرّ، وما يقولون ذلك عن علم، ولكن عن ظنّ وتخمين: كانوا يزعمون أنّ مرور الأيام والليالي هو المؤثر في هلاك الأنفس، وينكرون ملك الموت وقبضه الأرواح بأمر الله، وكانوا يضيفون كل حادثة تحدث إلى الدهر والزمان، وترى أشعارهم ناطقة بشكوى الزمان."[2]

(اس آیت میں نموت ونحیا سے مراد یہ کہ ہم مریں گے اور ہماری اولاد زندہ رہے گی، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے بعض مر جائیں گے اور بعض زندہ رہیں گے، یا یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ہم نطفے کی صورت پہلے مردہ ہوتے ہیں اور بعد میں زندگی ملتی ہے۔ یا پھر یہ کہ ہم دونوں صورتوں کا شکار ہوتے ہیں موت کا بھی اور زندگی کا بھی، دنیا میں زندہ رہتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں جس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ اس آیت میں نُحیا کو پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جس کا مطلب یہ بنے گا کہ ہم مرتے ہیں پھر زندہ کیے جائیں گے لیکن یہ زندگی اللہ کے حکم سے نہیں بلکہ زمانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان کا گمان تھا کہ رات دن اور زندگی موت میں کارفرمائی زمانے یعنی دہر کی ہوتی ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں کہ روحوں پر اللہ کا حکم چلتا ہے۔ کفار ہر حادثے اور واقعے کو زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں بھی زمانے سے شکوی پایا جاتا ہے۔)

---

[1] الجاثیہ:24

[2] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف،4-291

فصل دوم:

سابقہ امتوں کے واقعات سے امتثال

حوامیم کی ایک مشترک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان تمام سورتوں میں سابقہ امتوں کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے اور ان اسلوب تنبیہانہ ہے کہ ان قوموں سے سبق حاصل کرو۔ سورت الزخرف کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ہے اور انہیں سزا دی ہے جو اِن سے زیادہ طاقتور تھے۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کو اللہ نے تخلیق کیا ہے اس کے باوجود بھی وہ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں:

﴿ فَأَهْلَكْنَآ أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشاً ومضى مَثَلُ الأولين- وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السماوات والأرض لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ العزيز العليم﴾ [1]

علامہ صابونی اس کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ان کا ذکر بطور عبرت کے کیا گیا ہے تا کہ شرک وکفر کرنے والے اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں۔

[1] الزخرف:9-8

"فَأَهْلَكْنَآ أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشاً {أي فأهلكنا قوماً كانوا أشد قوة من كفار مكة وأعتى منهم وأطغى }ومضى مَثَلُ الأولين {أي وسبق في القرآن أحاديثُ إهلاكهم، ليكونوا عظة وعبرة لمن بعدهم من المكذبين قال الإمام الفخر :إن كفار مكة سلكوا في الكفر والتكذيب مسلك من كان قبلهم، فليحذروا أن ينزل بهم مثل ما نزل بأولئك فقد ضربنا لهم مثَلَهم }وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السماوات والأرض {أي ولئن سألتَ يا محمد هؤلاء المشركين من خلق السمواتِ والأرض بهذا الشكل البديع }لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ العزيز العليم {أي ليقولُنَّ خلقهنَّ اللهُ وحده، العزيزُ في ملكه، العليمُ بخلقه قال القرطبي :أقروا له بالخلق والإيجاد، ثم عبدوا معه غيره."[1]

(ہم نے ایسی اقوام کو ہلاکت سے دوچار کیا جو کفار مکہ سے زیادہ طاقتور اور سرکش تھیں۔ قرآن وحدیث میں کئی جگہ ان کی ہلاکت خیزیوں کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ کفار مکہ کفر و تکذیب میں پہلی اقوام کی طرح ہوگئے تھے لہذا یہ تنبیہ تھی کہ انہیں پہلوں کے جیسے انجام سے بچنا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اگر آپ ان مشرکین سے سوال کریں کہ زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یہی جواب دیں گے کہ صرف اللہ نے پیدا کیا۔ انہوں اللہ کی کاری گری کو تسلیم کیا پھر بھی عبادت میں اس کا شریک بنالیا۔)

سورت غافر میں بھی اقوام سابقہ کی مثال پیش کی گئی اور خصوصا قومِ نوح کا ذکر کیا گیا جنہوں نے اپنے رسول کو تکلیف دینے کی کوشش کی اور حق کو دبانے کے لیے باطل کیا سہارالیا، لیکن انہیں بھی عذاب نے آلیا اور وہ سخت عذاب تھا:

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ والأحزاب مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بالباطل لِيُدْحِضُواْ بِهِ الحق فَأَخَذْتُهُمْ فكيف كان عقاب. ﴾ [2]

علامہ صابونی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ والأحزاب مِن بَعْدِهِمْ } أي كذَّب قبل كفار مكة أقوام كثيرون، منهم قوم نوح والأمم الذين تحزبوا على أنبيائهم ولم يقبلوا ما جاءوا به من عند الله كقوم عاد وثمود وفرعون وأمثالهم {وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ} أي وهمت كل أمةٍ من الأمم المكذبين أن يقتلوا رسولهم ويبطشوا به قال ابن كثير: أي حرصوا على قتله بكل ممكن ومنهم من قتل رسوله {وَجَادَلُوا بالباطل لِيُدْحِضُواْ بِهِ الحق} أي جادلوا رسلهم بالباطل ليزيلوا ويبطلوا به الحق الواضح الجلي {فَأَخَذْتُهُمْ} أي فأهلكتهم إهلاكاً مريعاً-"[3]

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-140

[2] غافر:5

[3] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/86

(کفارمکہ سے قبل بھی کئی اقوام نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ان میں قومِ نوح اورر دیگر ایسی اقوام شامل ہیں جو اپنے انبیاء کے خلاف صف آراء ہوئے اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغام کو قبول نہیں کیا جیسا کہ قوم عاد و ثمود اور قومِ فرعون وغیرہ۔ ان جھٹلانے والی اقوام نے اپنے رسولوں کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ انہیں قتل کرنے اور ان پہ سختیاں کرنے کی بھی کوششیں کیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انہوں نے انبیاء کو قتل کرنے کا ہر حیلہ کیا اور بعض نے تو قتل کیا بھی تا کہ وہ حق کا راستہ روک لیں لیکن انہیں خوفناک طریقے سے ہلاک کر دیا گیا۔)

سورت فصلت میں ایک مقام پہ اقوامِ سابقہ کا ذکر کرتے ہوئے منکرین کی ایک مشترک خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ کفار مکہ آنحضرت ﷺ کی بات سن جواب دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء کو اسی راستے پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، جب بھی کسی قوم کی طرف پہلے بھی نبی بھیجے گئے تو اس کے سرکش لوگوں نے یہی بات کی تھی:

﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ- إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ- فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾[1]

ان آیات کی تفسیر میں علامہ صابونی فرماتے ہیں:

" أي حين جاءتهم الرسلُ ، واجتهدوا في هدايتهم من كل جهة، وأعملوا فيهم كل حيلة، فلم يروا منهم إلا العتوَّ والإِعراض }أَلاَّ تعبدوا إِلاَّ الله {أي بأن لا تعبدوا إلاّ اللهَ وحده }قَالُواْ لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لأَنزَلَ مَلاَئِكَةً {أي فإن أعرضوا عن الإِيمان بعد هذا البيان، فقل لهم :إني أخوفكم عذاباً هائلاً مثل هلاك عاد وثمود، وعبَّر بالماضي إشارةً إلى تحققه وحصوله }إِذْ جَآءَتْهُمُ الرسلَ {إي فإنا كافرون برسالتكم، لا نتبعكم وأنتم بشرٌ مثلُنا، وفي قولهم }بِمَآ أُرْسِلْتُمْ {ضربٌ من التهكم والسخرية بهم }فَأَمَّا عَادٌ فاستكبروا فِي الأرض بِغَيْرِ الحق {هذا تفصيلٌ لما حلَّ بعاد وثمود من استحقاقٍ للتعظم والاستعلاء } ؟ أي وقالوا اغتراراً بقوتهم لمّا خُوّفوا بالعذاب :لا قال أبو أجسام طوال، وخلق عظيم، أن الرجل كان ينزع الصخرة فيقتلعها بيده { }جملة من مقالتهم الشنيعة والمعنى أغفلوا ولم يعلموا أن الله العظيم وخلق الكائنات، وهو أعظم منهم قوةً وقدرة؟ { أي وكانوا بمعجزاتنا قال الرازي: إنهم ن أنها حقٌّ

---

[1] فصلت:15-13

ولكنهم كما يجحد المودعُ ا أي فأرسلنا على عاد ريحاً باردة ، وشديدة الصوت والهبوب، صوتها وبردها أي في أيامٍ مشئومات غير مباركات } الخزي فِي الحياة الدنيا {أي لكي نذيقهم العذاب المخزي المذل في الدنيا قال الرازي { أي عذاب الهوان والذل، والسبب عن الإيمان-"[1]

(قوم عاد و ثمود کو عذاب کے کڑکے سے ڈرایا گیا تھا جب ان کے پاس کئی انبیاء مبعوث کیے گئے اور ان سب نے ان کی ہدایت کے لیے کوششیں کیں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ مسلسل اعراض برتتے رہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ہم پر فرشتے نازل کر دیتا۔ اے نبی ﷺ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ ایمان لائے تو ان کو اسی طرح سزا دی جاسکتی ہے۔ جب قوم عاد و ثمود کے پاس رسول آئے تو انہوں نے کہا اگر ہماری ہدایت مقصود ہوتی تو ہم پر فرشتوں کو رسول بنا مبعوث کیا جاتا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور سرکشی اپنائی۔ قوم عاد بہت طاقتور لوگ تھے جب انہیں عذاب کی تنبیہ کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس کا کوئی خوف نہیں ہے، اگر ایسا کوئی عذاب نازل ہوا تو ہم اپنے ہاتھوں سے اس کا مقابلہ کر لیں گے۔ ابو السعود کہتے ہیں کہ وہ لوگ بڑے اجسام کے مالک اور بھری بھرکم تھے، حتی کہ ان کا کوئی فرد پہاڑ سے پتھر کا ٹکڑا اپنے ہاتھوں سے الگ کر لیتا تھا۔ اس کے بعد آیت میں بطور جملہ معترضہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ کیا انہیں علم نہیں کہ جس ذات نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور سرکشی کا مظاہرہ کرتے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ انہیں اس کا بخوبی علم تھا کہ یہ پیغام سچا ہے لیکن وہ جان بوجھ کر سرکشی کرتے۔ پھر قووم عاد پر ٹھنڈی سخت ہوا بھیجی گئی، جس کی خوفناک آواز بھی تھی جس نے انہیں ہلاک کر دیا۔ یہ سزا ان کی سرکشی کی وجہ سے دی گئی۔)

﴿ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَخْرُصُونَ- قالوا إِنَّا وَجَدْنَآ آبَآءَنَا على أُمَّة وَإِنَّا على آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ- وَكَذَلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ الاَّ قَالَ مُتْرَفُوهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ آبَآءَنَا على أُمَّةٍ وَإِنَّا على آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ [2]

علامہ صابونی فرماتے ہیں:

"بل للإضراب وهو الانتقال من كلام إلى آخر أي لم أو نقلية على ما زعموا بل اعترفوا سوى تقليد آبائهم الجهَلة قال أبو السعود: والأُمةُ: الدينُ سميت أمةً لأنها تؤم وتقصد { أي ونحن مهتدون بآثارهم { أي وكما تبع هؤلاء بغير حجة ولا برهان كذلك فعل المذكبين، فما بعثنا قبلك {أي إلا قال المتنعمون فيها الذي أبطرتهم النعمة، والملاهي عن تحمل المشاق في طلب الحق أسلافنا على ملةٍ ودين بهم في طريقتهم قال البيضاوي :والآية

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 109-3

[2] الزخرف:23-21

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ودلالةٌ على نحو هذا ضلالٌ قديم، وأسلافُهم لم يكن سندٌ منظور يُعتَدُّ به، وإنما خصَّص المترفين بالذكر وحبَّ البطالة صرفهم عن النظر إلى التقليد الأعمى."[1]

(اس آیت میں لفظ 'بل' اضراب کے لیے استعمال ہوا ہے اس میں ایک کلام سے دوسرے کلام کی جانب انتقال مقصود ہوتا ہے۔ اب اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ وہ لوگ کوئی عقلی یا نقلی حجت پیش نہیں کرتے اپنے موقف کے لیے، بلکہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ اس کے پاس سوائے اس کے کوئی اور دلیل نہیں کہ انہوں نے اپنے آباء کو اس راستے پر پایا۔ البتہ یہ صرف انہی کا چلن نہیں ہے بلکہ ان سے قبل بھی سرکش لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے وہ اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی ٹھوس حجت نہیں۔ وہ لوگ جو عیش پرستی میں لگ گئے اور انہیں شہوات وملذات نے اندھا کر دیا وہ کہتے کہ ہم نے اپنے اسلاف کو اسی دین وملت پر پایا اور ہم بھی انہی کے نقش قدم پر ہیں۔ اس آیت میں دراصل رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی کہ کفار جو آج یہ کہہ رہے ہیں یہ نئی بات نہیں ہے اور یہ کہ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں عیش پرستی نے اندھا کر دیا ہو۔)

سورت فصلت میں عمومی طور پہ امم سابقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان میں وہ لوگ جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا وہ سب خسارے میں رہے:

﴿فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾[2]

صفوۃ التفاسیر میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں علامہ صابونی رقم طراز ہیں:

"في أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِمْ مِّنَ الجن والإنس {أي في جملة أمم من الأشقياء المجرمين قد مضت من قبلهم، ممن فعلوا كفعلهم من الجنِّ والإنس }إِنَّهُمْ كَانُواْ خَاسِرِينَ {تعليلٌ لاستحقاقهم العذاب أي لأنهم كانوا من الخاسرين في الدنيا والآخرة، فلذلك استحقوا العذاب الأبدي-"[3]

بدبخت وسرکش اقوام میں سے تمام مجرمین نے ایک جیسا عمل کیا کہ انہوں نے انبیاء کو جھٹلایا۔ لیکن وہ سب خسارے میں ہیں اسی لیے وہ عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

---

[1] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-143

[2] فصلت:25

[3] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3—112

فصل سوم:

حوامیم سورتوں میں استکبار وعاجزی کے اوصاف

حوامیم سورتوں کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں استکبار اور عاجزی کے اوصاف کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔ یہ ذکر زیادہ تر واقعات اور اقوام کی مثالوں کے ضمن میں ہوا ہے۔ مثال کے طور پہ سورت غافر میں حضرت موسی علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے جس میں وہ ہر ایسے متکبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتا:

﴿وَقَالَ موسى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الحساب- وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ﴾[1]

علامہ صابونی اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"وَقَالَ موسى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ} أي إني استجرتُ بالله واعتصمتُ به ليحفظني {مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الحساب} أي من شر كل جبارٍ عنيد متكبر عن الإيمان بالله، لا يصدِّق بالآخرة قال في التسهيل: وإنما قال {مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ} ولم يذكره باسمه ليشمل فرعون وغيره، وليكون فيه وصفٌ لغير فرعون بذلك الوصف القبيح-"[2]

---

[1] غافر:27

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3/90

(پناہ مانگتا ہوں، یعنی کہ میں اللہ تعالی کی مدد طلب کرتا ہوں تاکہ وہ مجھے محفوظ کرلے ہر ایسے شخص کے شر سے جو مغرور اور ضدی ہے اور اللہ پر ایمان نہیں لاتا نہ آخرت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس آیت میں متکبر کا لفظ عمومی آیا ہے اور نام نہیں لیا گیا تاکہ فرعون کے ساتھ دیگر ایسے افراد بھی شامل ہو جائیں جن میں فرعون والا تکبر اور عناد ہو۔)

اسی طرح سورت فصلت میں مشرکین کے عناد کو ان کے تکبر کے تناظر میں بیاان کیا گیا ہے۔ وہ قرآن کریم کی آیات کو سنتے تو ہیں لیکن پھر بھی اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے دل پر پردے پڑے اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں اس لیے اے محمد (ﷺ) آپ کی بات ہم پہ اثر نہیں کرے گی۔ یہ اسلوب دراصل ان کے تکبر اور غرور کو اظہار کرتا ہے جسے اللہ تعالی نے ناپسند فرمایا اور اس کا قرآن میں ذکر کیا:

﴿ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لاَ يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا في أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فاعمل إِنَّنَا عَامِلُونَ ﴾[1]

علامہ صابونی آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"أي فأعرض أكثر المشركين عن تدبير آياته نتزل بلغتهم، فهم لا يسمعون وتأمل قال أبو حيان أكثر مع كونهم من أهل العلم، ولكن لم التام بل أعرضوا، فهم لإعراضهم لا يسمعون ما من الحجج والبراهين وقال القرطبي تقريعاً وتوبيخاً لقريش في فهم لا يسمعون ، ثم أخبر تعالى عن عتوهم وضلالهم فقال } {أي وقالوا للرسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حين دعاهم إلى الإيمان في أغطية متكاثفة، لا يصل إليها شيءٌ إليه من التوحيد والإيمان } أي وفي آذاننا صممٌ وثقلٌ يمنعنا من فهم ما تقول قال الصاوي بآذانٍ فيها صمَمٌ، من حيث إنها ولا تميل إلى استماعه } أي وبيننا وبينك يا محمد حاجز يمنع أن مما تقول، فنحن معذورون في عدم اتباعك، لوجود المانع من جهتنا وجهتك { }أي اعملْ أنت على طريقتك، طريقتنا، على دينك فإنا ديننا."[2]

(ان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض برتا اور وہ سننے والے نہیں تھے۔ یعنی کہ مشرکین میں اکثر نے ان آیات میں غور کرنے سے اعراض کیا حالانکہ یہ ان کی اپنی زبان میں نازل ہوئیں، وہ سنتے نہیں، مطلب کہ وہ تدبر و غور کرنے والا سماع نہیں کرتے۔ ابوحیان لکھتے ہیں کہ باوجود اہل علم ہونے کے وہ ان آیات میں فکر نہیں کرتے کہ ان میں کونسے دلائل پوشیدہ ہیں۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش مکہ کی سرزنش کرنے کے لیے نازل ہوئی کہ وہ اس سے نفع حاصل کرنے والا سماع نہیں کرتے۔

[1] فصلت:4

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-10

اس کے بعد ان لوگوں کی گمراہی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب انہیں دعوت دی جائے تو کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر گہرے بادل چھائے ہیں اور توحید و ایمان کی بات ان تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے آپ اپنا کام کریں اور اپنے راستے پر چلتے رہیں گے۔)

سورت الزخرف میں ایک مقام پہ پہلی اقوام کے متکبرانہ تمرد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بھی ان کے پاس ہماری آیات آتیں تو وہ ان کا مذاق بناتے۔ ہم نے انہیں ہر بار پہلے سے بڑی کوئی نشانی دکھائی تا کہ وہ عبرت پکڑیں اور انہیں عذاب بھی دیے تا کہ وہ اپنی سرکشی سے رجوع کر لیں۔ جب عذاب آیا انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ اے جادوگر اپنے رب سے مانگو کہ وہ اس عذاب کو ہٹادے تو ہم ایمان لے آئیں گے:

﴿فَلَمَّا جَآءَهُم بِآيَاتِنَآ إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ- وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلاَّ هِيَ أَكْبَرُ بالعذاب﴾[1]

علامہ صابونی فرماتے ہیں:

"أي فلما جاءهم بتلك الآيات الباهرة الدالة على رسالته ضحكوا سخريةً واستهزاءً به قال القرطبي: إِنما ضحكوا أتباعهم أن تلك الآياتِ سحرٌ، وأنهم عليها، قال تعالى }أي وما نريهم آية من آيت العذاب كالطوفان، والجراد، والقُمَّل إلا وهي في غاية الكبر والظهور، بحيث تكون أوضح من سابقتها قال الصاوي :والمعنى إلا وهي بالغة الغاية في الإِعجاز، بحيث يظن الناظر إليها أنها أكبر من غيرها } أي عاقبناهم بأنواع العذاب الشديد، يرجعون عما هوعليه من الكفر والتكذيب { }أي وقالوا لما عاينوا العذاب ياأيها الساحرُ ادع لنا ربك ليكشف عنا هذا البلاء والعذاب { أي بالعهد الذي أعطاك إياه من استجابة دعائك { أي لنؤمنن بك إن كشف بدعائك."[2]

سورت الجاثیہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اگلے جہان میں کفار کی حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں جہنم ڈال کر بھلا دیا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ دنیاوی شوکت نے انہیں دھوکے میں ڈالا اور ان کا غرور اس قدر تھا کہ وہ دین کی بات کو توجہ ہی نہیں دیتے تھے:

﴿وَمَأْواكُمُ النَّارُ وما لَكُمْ مِنْ ناصِرِينَ- ذلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آياتِ اللَّهِ هُزُواً وَغَرَّتْكُمُ الْحَياةُ الدُّنْيا فَالْيَوْمَ لا يُخْرَجُونَ مِنْها وَلا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾[3]

علامہ زمخشری اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

---

[1] الزخرف:49-47

[2] الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير، 3-149

[3] الجاثیہ:35-35

"نَنْساكُمْ نترككم في العذاب كما تركتم عدة لِقاءَ يَوْمِكُمْ هذا وهي الطاعة، أو نجعلكم بمنزلة الشيء المنسى غير المبالى به يومكم ولم تخطروه ببال، كالشيء الذي يطرح نسيا منسيا. فإن قلت: فما معنى إضافة اللقاء إلى اليوم؟ قلت: في قوله تعالى بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهارِ أى نسيتم لقاء الله في يومكم هذا ولقاء جزائه. وقرئ: لا يخرجون، يفتح الياء وَلا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ولا يطلب منهم أن يعتبوا ربهم أى يرضوه."[1]

(ہم تمہیں بھول جائیں گے یعنی کہ جیسا کہ تم نے آخرت پر ایمان کو چھوڑ دیا تھا، یا یہ کہ ہم تمہیں ایک ایسی چیز کی طرح بنادیں گے جسے بھلا دیا جائے اور جس کی پروانہ کی جائے۔)

سورت الدخان میں فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے ان کے غرور کی طرف اشارہ فرمایا اور دعوت دی کہ تم ان کی طرح ذات باری تعالی کی نافرمانی نہ کرو:

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ- أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ- وَأَنْ لا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطانٍ مُبِينٍ- وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ- إِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ﴾[2]

صاحب کشاف اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"وقرئ: ولقد فتنا، بالتشديد للتأكيد. عليهم في الرزق، فكان ذلك سببا في ارتكابهم المعاصي واقترافهم الاثام. أو ابتلاهم بإرسال موسى إليهم ليؤمنوا، فاختاروا الكفر على الإيمان. أو سلبهم ملكهم وأغرقهم كَرِيمٌ على الله وعلى عباده المؤمنين. أو كريم في نفسه، لأنّ الله لم يبعث نبيا إلا أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ هي أن المفسرة، لأن مجيء الرسول من بعث إليهم لأنه لا يجيئهم إلا مبشرا ونذيرا وداعيا إلى الله. أو المخففة من الثقيلة ومعناه: وجاءهم بأن الشأن والحديث أدّوا إلىّ وَعِبادُ الرَّحْمنِ مفعول به وهم بنو إسرائيل..."[3]

---

[1] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف،4-293

[2] الدخان:21-17

[3] زمخشری، محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف،4-275

باب چہارم: حوامیم سورتوں کے بلاغی پہلو

فصل اول: حوامیم سورتوں میں موضوعاتی مظاہر

فصل دوم: قرآن کریم کے بلاغی مظاہر

فصل اول:

حوامیم سورتوں میں موضوعاتی مظاہر

قرآن مجید ہزاروں آیات پر مشتمل ایک بہت بڑی مکمل اور جامع کتاب ہے۔ مگر مضامین کے اعتبار سے یہ ایک انتہائی مختصر ہے جس کے بنیادی موضوعات کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ یہ موضوعات نہ صرف تعداد میں بہت کم ہیں بلکہ آپس میں مربوط طریقے سے جڑے ہوئے ہیں۔

حوامیم سورتوں کے تین بنیادی مضامین ہیں:[1]

1) دعوتِ دین کے دلائل
2) دعوت دین اور اس کے ردو قبول کے نتائج
3) مطالبات

1. دعوت دین کے دلائل:

حوامیم سورتوں کی بنیادی دعوت توحید، رسالت اور آخرت کی دعوت ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ ان بنیادی معتقدات پر کسی تعصب یا جبر کی بنیاد پر نہیں بلکہ تعقل اور تفکر کی بنیاد پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ انسانوں پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ توحید، آخرت اور رسالت کی دعوت پوری طرح عقل و فطرت پر استوار ہے۔ اس کی

---

[1] ناصر عبدہ، الانسجام النظمی فی القرآن، 31-41

جڑیں انسان کے اپنے وجود سے پھوٹتی ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تائید میں کھڑا ہے۔ مسلمہ علم کی روایت ہو یا انسانی تاریخ کا تسلسل، نظم کائنات ہو یا اس میں پائے جانے والے قدرت اور ربوبیت کے آثار ہر چیز انہی دلائل کی تقویت اور حمایت میں یک زبان ہے۔ انسانی ضمیر سے لے کر انفس و آفاق کی نشانیاں تک اس دعوت کی امین ہیں اور اس کی گواہ بھی۔ مذہب کی روایت ہو یا سابقہ کتابوں کی پیش گوئیاں سب اس دعوت کی تصدیق کرتی ہیں۔

حوامیم سورتوں کی دعوت کے دلائل محض مجرد الفاظ اور مبہم اشارات پر مشتمل نہیں بلکہ مسلمہ حقائق کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہیں اور انتہائی منظم انداز میں باقاعدہ مرتب ہیں۔ یہ دلائل آخری درجے میں یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ یہ پیغام حق ہے اور اس کے سوا سچائی کہیں اور نہیں پائی جاتی۔[1]

دلائل سے متعلق ایک اہم بات:

حوامیم سورتوں کے دلائل کا یہ موضوع تفصیلی ہے۔ قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ انہی پر مشتمل ہے۔ ان دلائل کو جب تک ان کے پورے پس منظر کے ساتھ نہیں سمجھا جائے گا قرآن کی حجیت واضح نہیں ہو گی۔ مگر کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے چونکہ ہم مسلمان ہیں اور پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں اس لیے یہ دلائل وغیرہ ہم سے غیر متعلق ہیں۔ اول تو ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے پیدائشی ایمان کو حقیقی ایمان بنائیں۔ ہم اپنے رب کی ذات، صفات، اس کے حضور پیشی اور اس کے پیغمبر کی ہستی کو کسی تعصب کی بنیاد پر ماننے کے بجائے غور و فکر کے بعد مانیں اور ایمان کو اپنی ذاتی دریافت بنائیں۔ تب ہی یہ ہو گا کہ ہمارا ایمان اللہ کی بارگاہ میں وہ قدر و قیمت پائے گا جس پر قرآن و حدیث کے سارے فضائل اور نتائج منحصر ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نتائج کسی نسلی ایمان کا نہیں بلکہ حقیقی ایمان کا ثمرہ ہیں۔ یہی قرآن مجید نے اپنے پیروکاروں کو "یا ایھا الذین آمنو" کہا ہے یعنی ایمان لانے والے لوگو! اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایمان لایا جاتا ہے، یہ خود بخود نہیں آ جاتا۔ اور دلائلِ قرآن ہی وہ دلائل ہیں جن پر غور و فکر سے انسان حقیقی معنوں میں پورے شعور سے ایمان لاتا ہے۔

دوسری طرف ان دلائل کا مطالعہ تذکیر و معارفت کے پہلو سے بہت اہم ہے۔ یعنی جو سمجھنا چاہیں یہ ان کے لیے دلیل راہ ہیں اور جو ایمان لا چکے ہیں ان کے لیے اضافہ ایمان، معرفت حق اور تذکیر و یاد دہانی کا ایک بڑا غیر معمولی ذریعہ ہیں۔ اس لیے کوئی مسلمان یہ کہہ کر ان سے صرف نظر نہیں کر سکتا کہ ہم تو مان چکے ہمیں دلائل کی کیا ضرورت۔ یہ دلائل ہی نہیں بلکہ معرفت

[1] ایضا

حق کی کنجیاں ہیں۔ ان کو پڑھ کر اور ان پر غور وفکر کر کے ایمان بڑھتا ہے۔ یہ اضافہ ایمان وہ چیز ہے جس سے کوئی مومن کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔[1]

حوامیم سورتوں کے دلائل: ایک اجمالی خاکہ

الف: توحید کے دلائل:

حوامیم سورتوں میں توحید کی پانچ دلیلیں بیان ہوئی ہیں:[2]

I. **دلیل ربوبیت:**

یہ دلیل بتاتی ہے کہ اس دنیا میں انسان کے لیے جو سامان زندگی بہترین طریقے پر میسر کیے گئے ہیں وہ زبان حال سے گواہ ہیں کہ اس درجہ متنوع کائنات میں ہم آہنگی پیدا کر کے زمین سے آسمان تک انسان کی ربوبیت کا اہتمام کرنے والی ایک ہی ہستی ہے اور وہی ہے جو انسان کے جذبہ پرستش اور بندگی کی تنہا حقدار ہے۔

II. **دلیل قدرت:**

اس دنیا میں قدرت کاملہ صرف ایک ہی ہستی کو حاصل ہے جو کسی کی محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ ہر نفع وضرر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے وہی مستحق عبادت ہے۔ اس کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہے وہ کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ وہ بے جان بت ہیں، کمزور اور محتاج انسان ہیں یا پھر وہ فرشتے ہیں جو خود کوئی قدرت اور طاقت نہیں رکھتے۔

III. **دلیل فطرت:**

---

[1] عثمانی، محمد شفیع، معارف القرآن (ادارہ المعارف کراچی 2014)، 1/ 60

[2] فضل حسین عباس، التفسیر والمفسرون، (دار النفائس للنشر والتوزیع 2016) 105

انسانی فطرت اندر سے گواہی دیتی ہے کہ اس کا رب ایک ہی ہے۔ ربوبیت کا یہ اقرار روز ازل سے اس کی فطرت کے اندر ودیعت کر دیا گیا ہے۔ خواہشات اور تعصبات کی بنا پر اس فطرت پر پردہ پڑ جاتا ہے، مگر مصیبت میں یہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور انسان ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک ہی رب کو پکارتا ہے۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک خدا ہی اصل معبود ہے۔

IV. **نظم کائنات کی دلیل:**

انسان جس کائنات میں کھڑا ہے وہ بالکل متضاد اور متنوع عناصر کا مرکب ہے۔ مگر مشاہدہ ہے کہ زمین و آسمان، خشکی و پانی، ہوا اور آگ جیسے متضاد عناصر ملتے ہیں اور بقائے زندگی کا وہ سامان (life supporting System) فراہم کرتے ہیں جو ایک خالق کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر ان کے خالق الگ الگ ہوتے تو اپنی مرضی سے ان متضاد عناصر کو کنٹرول کرتے اور یوں زمین میں فساد برپا ہو جاتا۔ مگر یہ دھرتی فساد سے نہیں بلکہ زندگی کے حسن سے عبارت ہے۔ یہ ایک خالق کے وجود کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

V. **انسانی علم وروایت کی دلیل:**

انسان کا سفر توحید کی سیدھی شاہراہ سے شروع ہوا۔ انسان اس راہ سے بھٹک کر بارہا شرک کی تاریک راہوں میں نکل گیا لیکن توحید کی سیدھی راہ اپنی جگہ باقی رہی۔ ایک خدا کے سوا کتنے معبود بنے اور وہ کون تھے اس بارے میں بہت اختلاف ہے، مگر ایک خدا موجود ہے۔ یہ انسانی روایت کی وہ وراثت ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اصل تعلیم ابتدا ہی سے توحید کی تھی۔ باقی سب انحرافات تھے۔ مزید یہ کہ توحید کے حق میں تو آسمانی صحائف میں بہت کچھ پایا جاتا ہے، مگر شرک کے حق میں ان میں ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسی جنہیں سب سے زیادہ بڑے پیمانے پر اللہ کا شریک بنایا گیا ان کی تعلیم بھی شرک کے بیان سے بالکل خالی ہے۔ یہی معاملہ انفس و آفاق اور فطرت انسانی کا ہے جس میں شرک کے حق میں کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

یہ توحید کے وہ پانچ دلائل ہیں حوامیم سورتوں میں بار بار مختلف پہلوؤں سے دہرائے گئے ہیں۔ توحید کے یہ دلائل وجود باری تعالیٰ کی بھی دلیل ہیں۔ تاہم حوامیم سورتوں میں بعض جگہ براہ راست وجود باری تعالیٰ کی بھی دلیل دی گئی ہے۔ اسے ہم توجیہ کی دلیل کہہ سکتے ہیں۔

ب: رسالت کے دلائل:

رسالت کے سات دلائل حوامیم سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ رسالت و نبوت کا دارہ اب تا قیامت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی پر منحصر ہے۔ گرچہ قرآن جب سابقہ انبیا کی دعوت کو بیان کرتا ہے تو ان کی سچائی کے دلائل بھی وہاں زیر بحث آجاتے ہیں۔ مگر اپنی نوعیت کے اعتبار سے کم و بیش وہی ہوتے ہیں جو نبی آخر زمان کے حوالے سے بیان ہوئے ہیں:[1]

I. **کلام کا معجزہ:**

پہلی دلیل جو رسالت کے اولین مخاطبین کو دی گئی جو زبان و بیان کے ہنر میں یکتا تھے۔ انہیں چیلنج دیا گیا کہ اس کلام کو اگر گھڑا ہوا انسانی کلام سمجھتے ہیں تو اس جیسی کوئی ایک سورت بنا لائیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے کفار مکہ نے آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن کبھی اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش تک نہ کی۔ اس لیے کہ یہ ان کے لیے ممکن ہی نہ تھا۔ یہی اس کلام کے الوہی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

II. **سابقہ سیرت:**

نبوت کی دوسری دلیل خود سیرت مصطفیٰ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل اہل عرب کے درمیان ایک عام آدمی کی حیثیت میں چالیس برس رہے۔ اس بے مثل سیرت کے شخص کو وہ خود صادق و امین کہتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق کے پیکر ایک تاجر تھے جنہیں مذہبی مباحث اور شعر و ادب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پھر یہی ہستی ایک روز اچانک اعلان نبوت کرتی ہے اور مذہب اور ادب دونوں کی روایت کو لاجواب کر دیتی ہے۔ سوائے اس بات کے کہ ان پر اللہ کا کلام اترا اس بات کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی کہ یہ انقلابی تبدیلی کیسے رونما ہوئی۔

III. **کلام کا ارتقا اور تضاد سے پاک ہونا:**

اگلا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ارتقا اور تضاد سے پاک ہونا ہے۔ اس دنیا میں ہر مفکر، شاعر، دانشور کا ایک فکری ارتقا ہوتا ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں زانوئے تلمذ تہ کرتا ہے۔ وہ سیکھنے اور سمجھنے کے عمل سے گزرتا ہے۔ وہ فکری درستی، ارتقا اور بہتری کے مسلسل ایک لازمی مرحلے سے گزرتا ہے۔ اس عمل میں ممکن نہیں کہ اس کی فکر اور کلام تضادات سے پاک رہ جائے۔ دنیا کے کسی عالم، مفکر، شاعر اور دانشور کو اس سے استثنا نہیں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی وہ ہے جس

[1] عبدالخالق عظیمہ، دراسات فی اسلوب القرآن، (دار الحدیث القاھرہ2004) 221

نے سیکھے بغیر بہترین کلام دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں نہ ارتقا آیا اور نہ کہیں تضاد پیدا ہوا۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں نہ کہ کوئی عام انسان۔

IV. ماضی کا درست اور تصحیح شدہ بیان اور مستقبل کی بالکل درست پیش گوئیاں:

آپ نے نہ صرف **امی** ہونے کے باجود سابقہ کتابوں اور انبیا کے واقعات کو بیان کیا بلکہ وہاں جو کچھ تاریخی اور علمی غلطیاں تھیں ان کو چھوڑ کر صرف صحیح واقعہ سنایا۔ بارہا آپ نے اہل کتاب کے پوچھنے پر ایسے تاریخی واقعات پوری جزئی تفصیلات کے ساتھ بیان کر دیے جس کا علم عرب کے کسی شخص کو تھا ہی نہیں۔ بلکہ اہل کتاب میں سے بھی چند ہی علماء ان سے واقف تھے۔ یہ علم خدا کے سوا آپ کو کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ آپ کے رسول اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔

ماضی کے ساتھ آپ نے مستقبل کی بالکل درست پیش گوئیاں کیں جو جزئی تفصیلات کے ساتھ بالکل درست ثابت ہوئیں۔ یہ پیش گوئیاں جن حالات میں کی گئیں ان میں ان کا پورا ہونا عملاً ناممکن تھا۔ مگر وقت نے ان میں سے ہر ایک کو بالکل درست ثابت کیا۔ اتنی صحت کے ساتھ واقعات بلکہ اقوام کے حالات کی پیش گوئیاں کرنا سوائے نبی کے کسی اور کے لیے ممکن نہیں جو خدا کے اذن ہی سے کلام کرتا ہے۔

V. سابقہ کتابوں کی پیش گوئیاں:

آپ کے وجود اور زندگی میں وہ سارے حالات جمع تھے جن کی پیش گوئی پچھلے صحیفوں اور انبیا کی تعلیمات میں ملتی ہے۔ آپ سے قبل نہ صرف آپ کے آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی بلکہ کئی نشانیاں بھی بتادی گئی تھیں۔ آپ کا وجود ان نشانیوں کے عین مطابق تھا۔ اس لیے اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح لوگ اپنی اولاد کو پہنچاننے میں غلطی نہیں کرتے۔

VI. تعلیمات:

آپ کی دعوت فطرت و اخلاق کے مسلمات، صالحین کی روایت، سابقہ مذہبی صحیفوں کی تعلیمات اور علم و عقل کی روایت کے عین مطابق ہیں۔ نیز آپ کا کلام ہر طرح کے انسانی اضافوں اور شیاطین کے اثرات سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔ اس پس منظر میں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ الوہی تعلیم کے آسمانی سلسلے ہی کا ایک حصہ ہیں نہ کہ اس سے جدا کوئی اجنبی۔ آپ کی تعلیم میں کوئی ایسی چیز نہیں جسے فطرت اور اخلاق رد کریں یا علم عقل جس کے خلاف ہو۔ ڈیڑھ ہزار برس کے بعد بھی قرآن کا ایک بیان بھی علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ آپ کی خدائی نسبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

VII. رسولوں کی اقوام کا انجام:

رسول اس دنیا میں حق کی دعوت ہی لے کر نہیں آتا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ اس دعوت کے ردو قبول کے نتائج کیا نکلیں گے۔ یہ نتائج آخرت کے حوالے سے بھی ہوتے ہیں۔ مگر دلیل رسالت کے پہلو سے یہ بات زیادہ اہم ہے کہ دعوت کے ردو قبول کے نتائج کی اس دنیا میں بھی نکلنے کی پیش گوئی نہ صرف کی جاتی ہے بلکہ لوگ اپنی آنکھوں سے ان پیش گوئیوں کو پورا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ رسول کے منکرین اس کی پیش گوئی کے عین مطابق عذاب کی زد میں آکر ہلاک کر دیے جاتے ہیں اور ماننے والے زمین کے وارث بنا دیے جاتے ہیں۔ یہ رسول کی سچائی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔[1]

2-دعوت دین اور اس کے ردو قبول کے نتائج

یہ موضوع تین ذیلی موضوعات پر مشتمل ہے:

۱) دین کی بنیادی دعوت

۲) دعوت کا ابلاغ

۳) دعوت کو ماننے اور رد کرنے کے نتائج

1. دین کی بنیادی دعوت:

دین کی بنیادی دعوت ایک اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت ہے۔ یہی حوامیم سورتوں کا سب سے اہم اور بنیادی مضمون ہے جس کے ذیلی مضامین درج ذیل ہیں:[2]

I. دعوتِ عبادتِ رب:

قرآمجید کا مقصد نزول ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دینا ہے۔ حوامیم سورتیں اس بات کو دو پہلوؤں سے زیر بحث لاتی ہیں:

۱۔ ایک اس پہلو سے کہ اللہ پر ایمان لاکر اسے تنہا رب مانا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے یعنی اسی کی ذات انسانوں کی پرستش، اطاعت اور نصرت وحمیت کا اصل محور و مرکز ہونا چاہیے۔

۲۔ دوسرے اس پہلو سے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یعنی شرک کی نفی کی جائے۔ خدا کے بالمقابل یا اس کے ساتھ کسی بت، انسان، جن وملک، اجرام فلکی غرض کسی بھی ہستی کو بندگی و استعانت کا مرجع اور نفع وضرر کا مالک سمجھ کر اس کا رخ نہ کیا جائے۔ اس کی عبادت کی جائے نہ اسے پکارا جائے۔

---

[1] عبدالخالق عظیمہ، دراسات فی اسلوب القرآن، 221

[2] لطفی فکری، جمالیۃ لخطاب القرآنی، 80

II. تعارف رب:

حوامیم سورتوں میں قرآن کریم کا اسلوب تعالیٰ پر ایمان اور اس کی بندگی کی دعوت ہی نہیں دیتا بلکہ اس کا مکمل اور جامع تعارف بھی کراتا ہے۔ یہ تعارف تین پہلوؤں ں سے کرایا گیا ہے۔

ا۔ ذات:

اس تعارف کا پہلا جز ذات باری تعالیٰ کا تعارف ہے۔ جس میں اللہ کی ہستی اور اس کی کامل خصوصیات کا درست تصور دیا جاتا ہے۔

۲۔ صفات:

قرآن مجید تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات اور خاص کر ان صفات کا تذکرہ کرتا ہے جو مخلوق کے لحاظ سے ظہور کرتی ہیں۔ ان کی دو اقسام ہیں:

الف)صفات جمال

ب)صفات جلال

۳۔ سنن اور اسرار و حِکَم:

یہ تعارف رب کے حوالے سے تیسری چیز ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ان سنن کا بیان ہوتا ہے جو وہ انسانوں کے معاملے میں بروئے کار لاتے ہیں اور ان حکمتوں اور اسرار کا تعارف کراتے ہیں جو اس دنیا میں کار فرما ہیں۔

سنن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرد اور اقوام ہیں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کس طرح ہمیشہ معاملہ کرتی ہے۔ یہ معاملہ الل ٹپ نہیں ہوتا بلکہ ایک متعین قانون کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ان کو سنن الٰہی کہتے۔ جبکہ اسرار و حِکَم سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتیں اور معلومات ہیں جن تک انسانوں کی رسائی ممکن نہیں۔

2۔ دعوت کا ابلاغ

یہ دعوت اور اس کے رد و قبول کے نتائج کے ضمن کا دوسرا اہم موضوع ہے۔ اس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک دعوت پہنچانے اور ان سے مکالمہ و مخاطبت کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وجود باری تعالیٰ کی طرح یہ بھی ایمانیات کا موضوع ہیں۔ اس ضمن میں جو مضامین زیر بحث آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:[1]

ا منصب نبوت و رسالت:

[1] الانسجام النظمی فی القرآن، 22

اس میں یہ واضح کیا جاتا ہے کہ کسی انسان کی یہ حیثیت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے دعوت دینے کے لیے خود شرف مخاطبت عطا کریں۔ اس مقصد کے لیے انسانوں ہی میں سے کچھ اعلیٰ ترین شخصیات کو اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کی بنیاد پر چن لیتے ہیں اور انہیں یہ فریضہ سونپتے ہیں کہ وہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا پیغام اس طرح واضح کر دیں کہ قیامت کے دن انسان یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ ان تک ہدایت نہیں پہنچ سکی۔ چنانچہ سابقہ انبیا کے واقعات اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے مخاطبین سے ہونے والا مکالمہ بہت تفصیل کے ساتھ حوامیم سورتوں میں زیر بحث آیا ہے۔

نبیوں میں سے بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی دعوت اس درجہ کے واضح دلائل وبراہین کے ساتھ ان کے مخاطبین پر واضح کر دی جاتی ہے کہ ان کے اللہ کی طرف سے بھیجے جانے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو رسول کہا جاتا ہے جو دعوت دین پہنچانے اور لوگوں کی رہنمائی کرنے کے ساتھ نہ ماننے والوں پر آخری درجہ میں اتمام حجت کر دیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کی اقوام پر دنیا ہی میں سزا وجزا کی سنت روبہ عمل کر دی جاتی ہے۔

۲ فرشتے:

ان انبیا پر عام طور پر فرشتوں کے ذریعے سے وحی کی جاتی ہے اور یہ فرشتے ہر طرح کی شیطانی آلائش سے پاک رکھتے ہوئے اس پیغام کو اللہ کے پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ فرشتے وہ کارکنان قضاوقدر بھی ہیں جو کائنات کا سارا تکوینی نظام اذن الٰہی سے چلا رہے ہیں۔ نیز مشرکین ان فرشتوں کو خدائی میں شریک سمجھتے تھے

۳ (صحف سماوی:

انبیا علیھم السلام پر نازل ہونے والا کلام الٰہی صحیفوں اور کتابوں کی شکل میں انسانوں کی ہدایت کے لیے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ ختم نبوت کے بعد یہ کلام الٰہی قرآن مجید کی شکل میں تا قیامت انسانوں کے لیے محفوظ اور ہر طرح کی تحریف سے پاک کر دیا گیا ہے۔

3 دعوت کو ماننے اور رد کرنے کے نتائج (انذار وتبشیر)

یہ اس سزا وجزا کا بیان ہے جو انبیا کی دعوت اور ان کے پیش کردہ مطالبات کو رد کرنے یا ماننے کی شکل میں روز قیامت ملے گی۔ رسولوں کے ضمن میں اس کا ایک نمونہ اسی دنیا میں قائم کر دیا گیا ہے۔ آخرت کی ایک دلیل کے علاوہ انذار وتبشیر کے پہلو سے ان اقوام کے قصے حوامیم سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ جبکہ اپنی کامل شکل میں یہ سزا جزا کل انسانیت کے لیے روز قیامت برپا ہو گی۔ اس سے ذیلی مضامین درج ذیل ہیں جن میں سے ہر ایک پر بہت تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں گفتگو کی گئی ہے۔

۱)موت اور برزخ

۲ (احوال قیامت

۳ (سزا جزا کے مقامات

فصل دوم:

قرآن کریم کے بلاغی مظاہر

زمانہ بعثت میں جب مشرکین اہل عرب قرآن کے مثل ایک سورت بھی نہ لا سکے تو اس پر چیلنج کی بحث ختم کر دی گئی۔ تاکہ اعجاز کا مسئلہ پے در پے نسلوں کے سامنے رہے اور یہ سوال ہمیشہ ان کے پیش نظر رہے کہ آخر اہل عرب قرآن کے مثل ایک سورۃ بھی لانے سے کیوں قاصر و عاجز رہے۔

قرآن کریم کے اعجاز کا سب سے زیادہ روشن مظاہرہ اس کے اسلوب میں ہوتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کا مشاہدہ ہر کس و ناکس کر سکتا ہے۔

اللہ رب العزت کا ازل سے یہ طریقہ کار رہا ہے کہ جس دور میں جس چیز کا زور ہوتا ہے اسی کے مطابق اپنے انبیاء کرامؑ کو معجزات عطا فرمائے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادوگری کا بڑا زور اور چرچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا اور عصا والا معجزہ عطا کر کے جادوگروں کے فخر اور غرور کو توڑا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں علمِ حکمت کا بڑا عروج تھا اُس وقت بڑے بڑے حکماء موجود تھے جنہیں اپنی حکمت پر ناز بھی تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا ناز توڑنے کیلئے اپنے رسول حضرت عیسیٰؑ کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپ مادر زاد اندھوں کو بینائی، برص کے مریضوں کو شفاء اور مردوں کو زندہ فرما دیتے تھے۔ اسی طرح جب آقا کریم ﷺ نے اعلان نبوت کیا تو اُس وقت عربوں کی فصاحت و بلاغت کا طوطی بولتا تھا۔ بڑے بڑے نامور اور فصیح و بلیغ شعراء

موجود تھے کہ جن کی شاعری اور قصیدے بطور چیلنج کعبے کی دیواروں کے ساتھ لٹکائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عربوں کا غرور خاک میں ملانے کیلئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو دیگر معجزات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا عظیم معجزہ عطا فرمایا-[1]

قرآن مجید ایسی فصیح و بلیغ کلام پر مشتمل ہے کہ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب فصحاء و بلغاء کی فصاحت و بلاغت نہ صرف ماند پڑ گئی بلکہ بار بار چیلنج کرنے کے باوجود قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کی مثل بھی لانے سے عاجز آ گئے- اگر ہم شعراء و فصحاءِ عرب کہ جن کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں دی جاتی ہیں اُن کی فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو اختلافِ مضامین، اختلافِ احوال اور اختلافِ اغراض سے اُن کی فصاحت و بلاغت میں فرق ضرور نظر آتا ہے- کوئی تعریف و مدح میں بڑھ چڑھ کہ ہے تو کوئی ہجو میں معمول سے زیادہ گرا ہوا- کوئی اس کے برعکس ہے تو کوئی مرثیہ گوئی میں فوقیت رکھتا ہے- کوئی عشقیہ میں بھدا ہے تو کوئی رجز میں اچھا-

مگر ان تمام کے برعکس اگر ہم قرآن مجید میں غور کریں تو اس میں وجوہ خطاب بھی مختلف ہیں اور ان وجوہ میں اعتدال اور توازن بھی پایا جاتا ہے- کہیں قصص و مواعظ ہیں، کہیں حلال و حرام کا ذکر، کہیں وعدہ و وعید ہے تو کہیں تخویف و تبشیر، کہیں اخلاق حسنہ اور کہیں حقائق کائنات اور اُس کے اسرار و رموز کا بیان ہے- لیکن یہ کتاب ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز ہے جو بشری طاقت سے باہر ہے-

قرآن مجید کے مضامین، جس نظم اور عبارت میں بیان کئے گئے ہیں ان کے معجز اور انسانی قدرت سے باہر ہونے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک فصیح و بلیغ انسان جب ایک خطبہ یا قصیدہ لکھتا ہے تو وہ اس میں اپنی تمام صلاحیت بروئے کار لاتا ہے- پھر اس میں مسلسل غور و فکر کرتا رہتا ہے، کئی لفظ حذف کرتا ہے، کئی جملے تبدیل کرتا ہے، لکھتا اور مٹاتا ہے، تصحیح در تصحیح کرتا ہے، پھر کسی اور شخص کو دکھاتا ہے اور وہ اُس میں مشورہ دہی اور اُس کی تنقیح کرتا ہے- اسی طرح اس میں غور و فکر کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے پھر بھی حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں اب کوئی لفظ تبدیل نہیں یا کوئی جملہ حذف نہیں ہو گا-

"لیکن! اگر قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کو اُس کی جگہ سے ہٹا کر اُس کی جگہ دوسرا لفظ رکھنا چاہیں تو تمام لغت عرب کو چھانٹنے کے بعد بھی اس کا متبادل نہیں مل سکتا- پس معلوم ہُوا کہ یہ کلام معجز ہے اور انسان کی قدرت سے باہر ہے- یہی وجہ ہے کہ فصحاءِ

---

[1] سلیم الہلالی، الاستیعاب فی بیان الاسالیب، 106

عرب نے جب قرآن مجید کی فصیح و بلیغ عبارات کو سنا تو وہ حیران رہ گئے اور اُن کے پاس قرآنی آیات کو من و عن قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا- کیونکہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کا کلام ہے[1]-"

حوامیم سورتوں کی بلاغی خصوصیات

حوامیم سورتوں کی بلاغی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:[2]

1- عود علی بدء:

یہ حوامیم سورتوں کا ایک اہم اسلوب ہے۔ یعنی کلام کا آغاز جس چیز سے ہوا ہو اسی پر کلام کا خاتمہ بھی کرنا، تاکہ اس مضمون کی افادیت و اہمیت دلوں پر نقش ہو جائے اور سامع اسے فراموش نہ کر سکے۔ بیچ میں کسی خاص مناسبت اور تقریب سے کچھ مزید چیزیں اور بحثیں بھی آجاتی ہیں جن پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی جاتی ہے پھر اصل مقصود کی طرف رجوع کر کے پوری گفتگو سمیٹ دی جاتی ہے۔

حوامی سورتوں میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ واقعات کے تناظر میں بھی اور دیگر اسلوبی و موضوعاتی مثالوں کی شکل میں بھی اس کی طرف تفصیلی اشارے کیے گئے ہیں۔

2- علی سبیل المشاکلہ:

---

[1] سلیم الہلالی، الاستیعاب فی بیان الاسالیب، 106

[2] فضل حسین عباس، التفسیر والمفسرون، 140

عربی ادب کا ایک عام اسلوب یہ ہے کہ کبھی کبھی بعض الفاظ محض مجانست اور صوتی ہم آہنگی کی وجہ سے استعمال ہو جاتے ہیں۔ ان کا مفہوم ان کے لغوی معنیٰ کے لحاظ سے نہیں بلکہ موقع و محل سے متعین ہوتا ہے۔

3- نہی کے ساتھ قید:

یہ حوامیم کا ایک اہم اسلوب ہے جس سے ناواقفیت ایک طالب علم کو بڑی الجھن میں ڈال دیتی ہے۔ نہی کے ساتھ جو قید لگی ہوتی ہے اس کا مقصود صورت حال کا اظہار اور واقعہ کے گھناؤنے پن کو نمایاں کرنا ہوتا ہے قید اس کے ساتھ محض اس لیے بڑھادی جاتی ہے تا کہ وہ صورت حال سامنے آجائے جو اس کے ارتکاب میں مضمر ہے۔

4- تصریف:

اس لفظ کے لغوی معنیٰ گردش دینے اور ہیر پھیر کر بیان کرنے کے ہیں۔ حوامیم سورتوں کا ایک اہم اسلوب یہ ہے کہ وہ آیتوں کو الٹ الٹ کر مختلف زاویوں سے بیان کرتا ہے۔ اس کے لیے اس نے تصریف آیات کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مضمون مختلف سورتوں میں بار بار آتا ہے لیکن ہر جگہ ایک ہی پیش و عقب اور ایک ہی قسم کے لواحق و تضمنات کے ساتھ نہیں آتا بلکہ ہر جگہ اس کے اطراف و جوانب اور اس کے تعلقات و روابط بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔ مقام کے لحاظ سے اس میں مناسب حال تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ایک ہی چیز کبھی مرکزی مضمون کی حیثیت سے آتی ہے کبھی ضمنی مضمون کی حیثیت سے، کبھی وہی چیز اجمال کے ساتھ آتی ہے کبھی تفصیل کے ساتھ۔ کبھی ایک چیز مقدم ہوتی ہے کبھی موخر، کبھی تنہا ہوتی ہے کبھی اپنے مقابل کے ساتھ، کبھی کسی چیز کے ساتھ اس کا جوڑ ہوتا ہے کبھی کسی چیز کے ساتھ۔

بالکل یکساں مضمون مختلف سورتوں میں مختلف ترتیبوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ایک ہی شے اپنے مختلف پہلوؤں سے جلوہ گر ہو گی تو اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے اور پوری طرح پہچاننے میں دقت نہ ہو گی اگر ایک ادا نگاہ سے چوک گئی تو دوسرا جلوہ سامنے آجائے گا۔ (فراہیؒ، حمید الدین: مقدمہ تفسیر نظام القرآن ص 48، 49) قرآن پاک نے خود بھی اس تصریف کا مقصد یہی بتایا ہے کہ تا کہ لوگ سمجھ سکیں اور اس کی آیات پر غور کر سکیں۔

5- تخلیص:

اس اسلوب کو اردو شاعری کی اصطلاح میں گریز کہا جا سکتا ہے۔ یعنی بات میں سے بات پیدا کرنا، ایک مضمون بیان کرتے کرتے بیچ میں کوئی موقعہ کی ہدایت و نصیحت یا واقعہ بیان کر کے اصل موضوع کی طرف پلٹ آنا، اس کو امام ابن قیم جوزیؒ نے تخلص یا انتقال من فنٍ الی فنٍ کہا ہے۔

یہ اسلوب بڑی مہارت اور حسن بلاغت کا متقاضی ہے۔ مضمون کا رخ تھوڑے سے وقفہ کے بعد پھر اسی اصل مواد کی طرف پلٹا دیا جائے اور یہ تھوڑا سا عرصہ اس طرح نکالا جائے اور اصل مضمون سے اس کا تعلق اس طرح جوڑ دیا جائے کہ درمیان میں کوئی بے ربطی کسی قسم کا جھول اور کوئی بیگانگی پیدا نہ ہو۔ حوامیم سورتوں میں اسے بھی کثرت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث

حوامیم سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کا آغاز "حم" سے ہوتا ہے۔ "حم" حروف مقطعات میں سے ہے۔ بعض اہل علم کے مطابق حروف مقطعات پردوں میں چھپا ہوا راز ہے، نہ اس کا کسی کو علم ہے اور نہ ہی اس کے حصول کی کوشش ضروری ہے ،فقط اس پر ایمان لانا واجب ہے جبکہ بعض اہل علم کے مطابق حروف مقطعات اللہ تعالی اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کے درمیان راز ہیں، مفسرین کرام اور علماء آیات محکمات کی طرح از خود علوم وفنون کی مدد سے ان کے حقیقی معنی و مفہوم تک رسائی نہیں رکھتے، لیکن ان معانی و مفاہیم میں سے الراسخون فی العلم کو جتنا حصہ اللہ تعالی نے عطا فرماتا ہے اس میں کوئی منع ثابت نہیں۔ اس لیے خواص پر ان کا علم ان کے حسب حال منکشف کیا جاتا ہے۔ حوامیم سورتوں کی اور مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وقفے وقفے سے اُمت مسلمہ کو واضح انداز میں یا اشارۃً یہ ہدایت کی گئی ہے کہ انہیں تفرقہ میں نہیں پڑنا چاہیے اور اپنی وحدت کو کسی طور ٹوٹنے نہیں دینا چاہیے۔ حوامیم سورتوں میں استقامت کا مظاہرہ اور مجادلہ سے اجتناب، نرمی اور شیریں کلامی، واضح اور روشن دلائل اور جزاء وسزا کا تذکرہ جیسا طرز اختیار کر کے دعوت دین دی گئی ہے۔ حوامیم سورتوں میں عقائد کا بیان، سابقہ امتوں کے واقعات سے امتثال اور عاجزی کے اوصاف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ عقائد کے بیان میں زیادہ زور توحید اور رشرک کے معاملات میں دیا گیا ہے۔

حوامیم سورتوں کی بنیاد دعوت توحید، رسالت اور آخرت کی دعوت پر ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ ان بنیادی معتقدات اور مطالبات پر کسی تعصب یا جبر کی بنیاد پر نہیں بلکہ تدبر اور تفکر کی بنیاد پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ توحید کے دلائل میں دلیل ربوبیت، دلیل قدرت، دلیل فطرت اور دلیل نظم کائنات کے ذریعے بلایا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے حوامیم سورتوں میں کفار کو مخاطب کرنے ایک اسلوب یہ بھی استعمال کیا ہے کہ انہیں نصیحت وتنبیہ کرنے کے لیے اقوام سابقہ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں۔ حوامیم سورتوں کی دعوت کے دلائل محض مجرد الفاظ اور مبہم اشارات پر مشتمل نہیں بلکہ مسلمہ حقائق کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہیں اور انتہائی منظم انداز میں باقاعدہ مرتب ہیں۔

نتائج البحث

1. "حم" حروف مقطعات میں ہے، یہ اللہ اوراس کے رسول کے درمیان راز ہیں، بعض علماء کے نزدیک کسی کو بھی ان کے مراد معلوم نہیں جبکہ بعض کے نزدیک الراسخون فی العلم بھی اس کی مراد جانتے ہیں۔
2. "حوامیم" قرآن کریم کی سورتوں کا ایسا مجموعہ ہے جن کے مابین بہت سارے لفظی، معنوی اور بلاغی مشترکات پائے جاتے ہیں۔
3. حوامیم سورتوں کے موضوعاتی پہلو کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان سب میں حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کے قصے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ قصہ حوامیم سورتوں میں بار بار وارد ہوا ہے اور اس کے ضمن میں جہاں کفار کو وعید سنائی گئی کہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے آل فرعون کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا وہیں مسلمانوں کو ہمت بھی دلائی گئی کہ جو لوگ موسی علیہ السلام پر ایمان لائے انہیں نعمتوں سے نوازا گیا اور ان کی مدد کی گئی۔ موضوعات کے لحاظ سے حوامیم سورتوں کے درمیان یہ تشابہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سب میں حضور نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ صبر اور انتظار سے کام لیں۔
4. ان سورتوں میں کفار کے ساتھ طرز تخاطب میں ان کے کبر ونخوت کی صفت کو بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔
5. حوامیم سورتوں میں ایک نمایاں ربط سورتوں کے اواخر وابتداء کے درمیان مضامین کی وحدت ہے۔

6. قرآن کریم میں جو استدلالی اسالیب اختیار کیے گئے وہ چار قسم کے ہیں: نقلی، منطقی، مشاہداتی اور استقرائی۔ حوامیم سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر مشاہداتی طرز استدلال اختیار کیا گیا ہے۔
7. حوامیم سورتوں میں کفار کو خطاب اور تنبیہ کیلئے تہدید، احسان مندی کا شعور بیدار کرنے اور اقوامِ سابقہ کی مثالوں سے نصیحت کرنا کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔
8. حوامیم سورتوں میں توحید کی طرف دلیل ربوبیت، دلیل قدرت، دلیل فطرت اور دلیل نظم کائنات کے ذریعے بلایا گیا ہے۔
9. حوامیم سورتوں میں تذکیر، دعوتی اسالیب، عقائد، کفار کے ساتھ تخاطب اور موضوعاتی وحدت میں باہمی ربط پایا جاتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

1. حروف مقطعات والی سورتوں میں اہل ایمان اور کفار کے ساتھ جو طرز خطاب اور سابقہ امتوں کے واقعات سے امتثال پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔
2. حروف مقطعات والی سورتوں سے میں سے کسی ایک سورت پر مختلف علوم وفنون، عقائد و نظریات اور مسائل واحکام کے استخراج واستنباط سے متعلق تحقیق کی جاسکتی ہے۔
3. حروف مقطعات والی سورتیں میں قرآنی اعجاز کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔
4. حروف مقطعات کے حوالے سے مستشرقین کے نظریات و افکار کی بنیاد جو عوامل ہیں ان کا مطالعہ بھی تحقیقی لحاظ سے اہم ہے۔
5. حروف مقطعات کے حوالے سے مستشرقین کی آراء کے تقابلی مطالعہ کو بھی موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ کا نام	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہ	غافر	28	18
2.	کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْن	فصلت	۲۸	18
3.	وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَوَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ	شُوریٰ	۴۴	19
4.	اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَوَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ	فصلت	۳۷	19
5.	وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ	زخرف	35	19

.6	فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ	الدخان	10	19
.7	وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً	الجاثیہ	28	20
.8	وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَه بِالْاَحْقَافِ	الاحقاف	20	20
.9	وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ	فصلت	22	22
.10	اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	--	30	22
.11	وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِه لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّه بِعِبَادِه خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ	الشوریٰ	27	23
.12	قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى		42	23
.13	وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ	الزخرف	۵۷	24
.14	﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ	الدخان	10	24
.15	اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ	الدخان	۴۴	24
.16	إِنَّا كَاشِفُواْ ٱلعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُم عَآئِدُونَ	الدخان	15	24
.17	مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا	البقرہ	245	25
.18	قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ	الجاثیہ	14	25
.19	قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَ لَا بِكُمْ- اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ وَ مَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ	الاحقاف	9	26
.20	الٓر. كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ	ہود	1	35

35	1	النحل	طٰس. تِلْکَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ	.21
35	1	لقمان	الٓم-تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ	.22
35	1	الاعراف	الٓمص. كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْکَ	.23
40	16	یونس	قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَاتَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِفَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْقَبْلِهِ أَفَلَاتَعْقِلُونَ	.24
41	101	النحل	وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَايُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَايَعْلَمُونَ ----	.25
45	2*1	غافر	حٰمتَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ	.26
46		فصلت	حٰمتَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	.27
46	1،2،3	شوری	حٰم عسق كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْقَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ	.28
46	2-1	الزخرف	حٰم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ	.29
46	1،2	الدخان	حٰم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ	.30
46	1،2	الجاثیہ	حٰمتَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ	.31
46	1،2	الاحقاف	حٰمتَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ	.32
46	23	غافر	﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنا مُوسى بِآياتِنا وَسُلْطانٍ مُبِينٍ-	.33
47	45	فصلت	لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ	.34

47	13	الشوری	شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ---	.35
47	46	زخرف	وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ	.36
47	۱۷۔۱۸	الدخان	وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ	.37
48	12	الاحقاف	وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا	.38
48	45	فصلت	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ	.39
48	10	شوری	وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُه اِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ	.40
49	63	زخرف	وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ	.41
49	15	الجاثیہ	وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ----	.42
49	3	غافر	غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذي الطول	.43
49	89	الدخان	فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ	.44
49	59	الدخان	فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ	.45

.46	قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ	جاثیہ	14	50
.47	فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ---	الاحقاف	35	50
.48	لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ	شوریٰ	49	50
.49	وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ	الزخرف	17	51
.50	وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ	الزخرف	33	51
.51	وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ	الشوریٰ	۲۷	51
.52	لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ	غافر	57	52
.53	إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ	غافر	59	52
.54	اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا	غافر	61	52
.55	لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ	حم السجدہ	۴۹	52
.56	وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ	حم السجدہ	51	52
.57	وَقَالُوا لَوْ شَاءَ ٱلرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَٰهُم مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ	الزخرف	۲۰	53

53	24	الجاثیہ	﴿وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ	.58
54	۱۴	غافر	فَٱدْعُوا ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ	.59
54	60	غافر	وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ	.60
54	3	الاحقاف	مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ	.61
54	33	الاحقاف	أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحْـِۧىَ ٱلْمَوْتَىٰ بَلَىٰٓ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ	.62
56	۱۵	الشوری	فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ----	.63
57	۱۳	الجاثیہ	وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ- إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ	.64
58	14	فصلت	وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا- وَبَارَكَ فِيهَا- وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا	.65
59	۴۰	الدخان	وَمَا خَلَقْنَا السماوات والأرض وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ- مَا خَلَقْنَاهُمَآ إِلاَّ بالحق- ولكن أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	.66
60	۳۲_۳۰	فصلت	إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلاَّ تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ- نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلاً مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ	.67

.68	﴿ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ	الزخرف	12	60
.69	بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ	الزخرف	29	61
.70	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ	غافر	11	62
.71	وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ	فصلت	٢٦ـ٢٧	64
.72	أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ	الشورى	21	65
.73	﴿ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ- وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُونَ- فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشاً وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ	الزخرف		65
.74	وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السماوات وَمَا فِي الأرض جَمِيعاً مِّنْهُ- إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ	الجاثيه	12	66
.75	الذي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لتبلغوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُواْ شُيُوخاً وَمِنكُم مَّن يتوفى مِن قَبْلُ ولتبلغوا أَجَلاً مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ	غافر	٦٧	67
.76	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ ---	غافر	5	68
.77	شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا	الشورى	13	68

69	٢٥	الزخرف	قالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آباءَكُمْ قالُوا إِنَّا بِما أُرْسِلْتُمْ بِهِ كافِرُونَ- فَانْتَقَمْنا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كانَ عاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ	.78
71	12،13	غافر	ذَلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ الله وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ- وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُواْ فالحكم للَّهِ العلي الكبير	.79
72	37	فصلت	لاَ تَسْجُدُواْ لِلشَّمْسِ وَلاَ لِلْقَمَرِ واسجدوا لِلَّهِ الذي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ	.80
72	38	الشورى	والذين استجابوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُواْ الصلاة وَأَمْرُهُمْ شورى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ	.81
73	24	الجاثيه	وَقالُوا ما هِيَ إِلاَّ حَياتُنَا الدُّنْيا نَمُوتُ وَنَحْيا وَما يُهْلِكُنا إِلاَّ الدَّهْرُ وَما لَهُمْ بِذلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ	.82
74	13،14	الجاثيه	﴿ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْماً بِما كانُوا يَكْسِبُونَ مَنْ عَمِلَ صالِحاً فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَساءَ فَعَلَيْها ثُمَّ إِلى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ	.83
75	13	الشورى	شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدين مَا وصى بِهِ نُوحاً والذي أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وموسى وعيسى أَنْ أَقِيمُواْ الدين وَلاَ تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ	.84
76	30	فصلت	إِنَّ الذين قَالُواْ رَبُّنَا الله ثُمَّ استقاموا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الملائكة أَلاَّ تَخَافُواْ وَلاَ تَحْزَنُواْ	.85

.86	أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلا تَذَكَّرُونَ	الجاثيه	٢٣	77
.87	وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَآ إِلَى الله وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ المسلمين	فصلت	٣٣	78
.88	فَلِذَلِكَ فادع واستقم كَمَآ أُمِرْتَ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ الله مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ الله رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ	الشورى	15	79
.89	وَمَا عِندَ الله خَيْرٌ وأبقى لِلَّذِينَ آمَنُواْ وعلى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ- والذين يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الإثم والفواحش وَإِذَا مَا غَضِبُواْ هُمْ يَغْفِرُونَ	الشورى	35،37	79
.90	أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرحمن آلِهَةً يُعْبَدُونَ	الزخرف	٤٥	80
.91	فَأَهْلَكْنَآ أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشاً ومضى مَثَلُ الأولين- وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السماوات والأرض لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ العزيز العليم	الزخرف	8،9	81
.92	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ والأحزاب مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بالباطل لِيُدْحِضُواْ بِهِ الحق فَأَخَذْتُهُمْ--	غافر	٠٥	82
.93	فَإِنْ أَعْرَضُواْ فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ- إِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ اللَّهَ	فصلت	13-15	83
.94	إِنْ هُمْ إِلاَّ يَخْرُصُونَ- قالوا إِنَّا وَجَدْنَآ آبَآءَنَا على أُمَّةٍ وَإِنَّا على آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ- وَكَذَلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ	الزخرف	٢١-٢٣	83

	الاَّ قَالَ مُتْرَفُوهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ آبَآءَنَا على أُمَّةٍ وَإِنَّا على آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ			
.95	فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ	فصلت	٢٥	85
.96	وَقَالَ موسى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الحساب- وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إيمَانَهُ	غافر	٢٧	86
.97	فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لاَ يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فاعمل إِنَّنَا عَامِلُونَ	فصلت	٠٤	87
.98	وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وما لَكُمْ مِنْ ناصِرِينَ- ذلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آياتِ اللَّهِ هُزُواً وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيا فَالْيَوْمَ لا يُخْرَجُونَ مِنْها وَلا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ	الجاثيه	35	88
.99	﴿فَلَمَّا جَآءَهُم بِآيَاتِنَآ إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ- وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلاَّ هِيَ أَكْبَرُ بالعذاب	الزخرف	47،49	88
100	فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ العذاب إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ- ونادى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ ياقوم أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وهذه الأنهار تَجْرِي مِن تحتي أَفَلاَ تُبْصِرُونَ	الزخرف	50،51	87
101	وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ	الدخان	17	88

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتاب کا نام	حدیث نمبر	صفحہ نمبر
1.	"الْحَوَامِيمُ سَبْعَةٌ وَأَبْوَابُ النَّارِ سَبْعَةٌ: جَهَنَّمُ وَ الْحُطَمَةُ وَ لَظَى وَ سَعِيرٌ وَ سَقَرُ وَ هَاوِيَةُ وَ الْجَحِيمُ، وَ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَأْتِي كُلُّ سُورَةٍ	سنن الترمذی	2386	15

	وَ تَقِفُ عَلَى بَابٍ مِنْ هَذِهِ الْأَبْوَابِ وَ لَا تَدَعُ قَلِيئَهَا مِمَّنْ آمَنَ بِاللَّهِ أَنْ يُذْهَبَ بِهِ إِلَى النَّارِ			
2.	ان لكل شيء لباب وان لباب القرآن الحواميم	ابوداود	1835	18
3.	نزلت الحواميم جميعاًبمكة	سنن ترمذی	2057	14
4.	الله فی کل کتاب سر، وسره فی القرآن أوائل السور	مسند احمد	1432	29
5.	لَقَدْتَعَلَّمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ	بخاری	8078	43

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الکریم

کتب احادیث:

الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی، (دارالمغنی ریاض1998)

ابن حنبل، احمد بن حنبل، مسند احمد (ریاض: دارالسلام، 1999ء)

بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (قاهرہ: دارالمنہاج، 2002ء)

ترمذی محمد بن عیسی، سنن ترمذی (بیروت: دارالتراث، 2009ء)

سجستانی ابوداود، سلمان بن الاشعث، سنن ابوداود (انقرہ: دارانقرہ للکتب، 2005ء)

نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی (بیروت: دارالتراث، 2009ء) حدیث نمبر: 3307

عربی کتب:

ابراہیم بسیونی، لطائف الاشارات (قاہرہ، کتبہ التراث، 2012ء)

ابن کثر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2009ء)

ابتہال محمد، الحروف المقطعہ فی القرآن الکریم (بیروت، دارالشروق، 2016ء)

الشیخ العلوان، الفواتح الالہیہ (اسکندریہ، داررکابی، 2010ء)،

الصابوني، محمد علي، صفوة التفاسير (پاہرہ، دار الصابوني للطباعة والنشر والتوزيع، 1997ء)

الکرمای، محمود بن نصر، البرھان فی تشابہ القرآن (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2001ء)

الطیار، عبداللہ بن محمد، الآیات المتشابہات حکم واسرار وفوائد (الریاض، دارالتدمریہ، 2012ء)

القنوجی، صدیق حسن خان، فتح البیان فی مقاصد القرآن (مکتبہ العصریہ، بیروت، 2006ء)،

الالوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی (بیروت، المکتبہ العلمیہ، 2000ء)

ثقفی، احمد بن ابراہیم، البرہان فی تناسب القرآن (بیروت، دارالشروق، 2007ء)

ثعلبی، احمد بن محمد، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن (بیروت، المکتبہ العلمیہ، 1997ء)

زمخشري، عمرو بن أحمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (بیروت، دارالکتاب العربی، الطبعۃ: الثالثۃ، 1407ھ)

سلیم الہلالی، الاستیعاب فی بیان الاسالیب،

سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (القاہرہ، داراحیاء التراث، 1988ء)

سیوطی، جلال الدین، مراصد المطالع (مکہ، المکتبہ المکیہ، 1998ء)

طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن (دارالکتب العلمیہ 2004)

عمر الفروخ، دیوان الشعر الجاہلی (القاہرہ، مکتبہ الخانجی، 1995ء)

علی ابراہیم، البرہان فی علوم القرآن (القاہرہ، دارالفکر، 2003ء)

فضل حسین عباس، التفسیر والمفسرون، (دار النفائس للنشر والتوزیع 2016)

قرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق ابراہیم الحناوی (القاہرہ، دارالحدیث، 1997ء)

محمد الجارم، دراسات اسلوب القرآن (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2008ء)

محمد عبدالخالق عضیمہ، دراسات فی اسلوب القرآن الکریم، (دارالحدیث، مصر 2004)

محمد ابوموسی، من اسرار التعبیر القرآنی (القاہرہ، مکتبہ وہبہ، 2014ء)

اردو کتب:

ثاقب اکبر، حروف مقطعات، مختلف آراء کا تجزیاتی مطالعہ (مجلہ نور معرفت، شمارہ 4، 2012ء)

حافظ محمود اختر، حفاظت قرآن اور مستشرقین، (لاہور، دینیات پبلشرز، 2007ء)

عثمانی، محمد شفیع، معارف القرآن (ادارہ المعارف کراچی 2014)،

علامہ طاہر القادری، حروف مقطعات کا قرآنی فلسفہ (لاہور، منہاج پرنٹرز، 2009ء

عبدالرحمان بن ناصر السعدی، تیسیر القرآن الکریم (کراچی، دارالسلام، 2007ء)

محمد حنیف، حروف مقطعات (لاہور، عکس پبلی کیشنز، 2017ء)،

Theodor Noldeke, *The History of the Quran*, ed. Wolfgang H. Behn (Leiden: Brill, 2013)